نور العین

معروف بہ

مصحفِ بیدم

حضرت بیدم شاہ وارثی

الکتاب

امام الاتقیاء وارثی اسد علی سید حافظ حاجی وارث علی شاہ قدس سرہ العزیز

حضرت سید عبد السلام
عرف میاں بالکا رحمتہ
اللہ علیہ کی جانب سے
کتب وارثیہ کی یہ
بہترین کاوش کی گئی جو
کہ ایک سفید پوش
گزرے ہیں اپنے وقت کے
کامل ترین عالم با عمل
ولی فقیر جو داخل
سلسلہ حضرت عبداللہ
شاہ شہید رحمتہ اللہ
علیہ سے ہیں انکی اسنار
صدر کراچی میں ان کا
مزار ہے
یہ کام وارث پاک غلام
نواز عظمت اللہ ذکرہ کے
حکم پر کیا گیا اس کام کو
کوئی وارثی اپنی جانب
منسوب کرگئے توبھی
حکم مرشد کا ارتکاب نا
کرے اگر کوئی بھی
شخص یہ کہے کے اس
نے پی ڈی ایف بنائی تو
مان لیجیے گا کہ یہ
جھوٹ بول ہے غلام کا
کام غلامی کرنا ہے یعنی
مرشد کے حکم کی
تعمیل کرنا ہے نا کہ
تعریف اور واہ واہی وصول
کرنا
برائے مہربانی سب
وارثیوں پر حکم مرشد کی
اتباع لازم ہے جھوٹ
بولنے اور واہ واہی سے پر
ہیز کریں شکریہ

بیدمؔ کا یہ سخن نہیں آبِ حیات ہے

بیدمؔ

نورُ العین

معروف بہ

مصحفِ بیدم

حضرت بیدم شاہ وارثی

رحمۃ اللہ علیہ

جملہ حقوق محفوظ

135189

الکتاب
گنج بخش روڈ - لاہور
۱۹۸۱

ادارت و اہتمام
محمد سلیم اسماعیل چشتی

بختیار پرنٹرز - لاہور

قیمت : ۲۱،۰۰

ہوالوارث

پیشکش

زپادشاہ و گدا فارغم بحمد اللہ
گدائے خاکِ درِ دوست پادشاہِ من است

میں اپنی مخلصانہ ارادت و عقیدت مندی کی بنا پر
اس رسالہ
نور العین معروف بہ مصحفِ بیدم
کو اپنے
سرکارِ شہنشاہِ عرش پائیگاہ حضور امام الاولیا حضرت سید وارث پاک نور اللہ ضریحہٗ
کے
خدامِ آستانہ عالیہ کی خدمت میں بامید مقبولیت پیش کرتا ہوں
گر قبول افتد زہے عز و شرف

محتاجِ کرم
فقیر بیدم وارثی

از خامۂ حقیقت نگار معین الملت مصور فطرت، حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی

کلامِ بیدم

حضرت بیدم وارثی کے کلام کو اردو اور ہندی زبان میں وہی فوقیت حاصل ہے جو دورِ لحظہ میں حضرت مولانا حاجی وارث علی شاہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ کو اپنے عصر کے فقراء و مشائخ پر حاصل تھی۔

مثنوی مولانا روم کی نسبت یہ کہنا حق ہے کہ "ہست قرآں در زبانِ پہلوی" اسی طرح کلامِ بیدم کی بابت یہ کہا جا سکتا ہے کہ "ہست سبحاں در زبان پوربی" حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہی نے فرمایا کہ میں نے الست بربکم کی صدا پوربی زبان میں سنی تھی اور ان کے خانہ زاد حسن نظامی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کی بنیاد عشق حقیقی کے اوتار حضرت حاجی صاحب قبلہ تھے اور کلام بیدم میں اس اوتار کا اصلی روپ سمایا ہوا نظر آتا ہے۔

آئندہ زمانہ میں اردو زبان بحیثیت زبان کے جس قدر ترقی کرے گی اس میں غالب و ذوق وغیرہ کے چرچے بھی ترقی کریں گے کہ وہ اردو شاعری کے روح و رواں تھے۔ لیکن کلامِ بیدم سے بیدم اُردو میں روحانی جان پیدا ہو گئی اس لئے میں کلامِ بیدم کا وجود کائنات میں دل سے خیر مقدم کرتا ہوں، دماغ سے خیر مقدم کرتا ہوں اور روح سے خیر مقدم کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ بیدم تخلص ہی پورا کلام ہے اور اس کے بعد جو کچھ ہے وہ تخلص کی تفسیر و تشریح ہے اور جب تک اردو کے دم میں دم باقی ہے۔ کلامِ بیدم ہمیشہ باقی رہے گا۔

حسن نظامی دہلوی

کس شہنشاہِ حسیناں کا گدا ہے بیدم
کہ گدائی میں بھی اِک شوکتِ شاہانہ ہے

حضرت بیدم شاہ وارثی

پیش لفظ

از

. ایس۔ایاز وارث وارثی مدظلہ خلف حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ

سادات کرام کی ایک شاخ سات آٹھ پشتوں سے اٹاوہ (یو۔ پی، بھارت) میں آباد ہے۔ ان حضرات کا ذریعہ معاش زمینداری رہا ہے۔ اسی خانوادے کے ایک بزرگ، سید انوار حسین کو اللہ تعالیٰ نے وہ فرزند عطا فرمایا جسے دنیا آج بیدم شاہ وارثی کے نام سے جانتی ہے اور جو اس خاکسار راقم سطور کے والد گرامی تھے۔

آپ کی تاریخ ولادت ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہے۔ لیکن چونکہ آپ نے خود اپنا سن شریف وفات سے تھوڑے دن پہلے ۵۴ سال بتایا تھا اور آپ کی وفات نومبر ۱۹۳۶ء میں ہوئی تھی، اس حساب سے آپ کا سن ولادت ۱۸۸۲ء قرار پاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔ بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ آپ کا پیدائشی نام "غلام حسنین" تھا۔ بیدم شاہ کا لقب آپ کو پیر و مرشد کی بارگاہ سے عنایت ہوا تھا جسے آپ نے اس طور سے اپنایا کہ والدین کا دیا ہوا نام فراموش ہو گیا۔ انتہا یہ کہ آپ کی والدہ ماجدہ تک کو آپ کا پہلا نام یاد نہ رہا تھا۔

ذہانت اور برومندی کے آثار بچپن ہی سے آپ میں نمایاں تھے۔ ابتدائی درسیات کی تکمیل اٹاوہ ہی میں کی۔ اس کے بعد علیگڑھ چلے گئے اور وہاں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ تعلیم کے میدان میں آپ کی جولانیاں دیکھنے والوں کو دنیاوی لحاظ سے ایک قابل رشک مستقبل

کا پتہ دیتی تھیں۔ لیکن مشیتِ الہٰی کچھ اور تھی۔ قسامِ ازل نے آپ کو مزاج عاشقانہ عطا فرمایا تھا۔ یہ آگ گویا خون بن کر آپ کے رگ و پے میں رواں تھی۔ لیکن قبل ازاں کہ جذبات کا تلاطم کوئی غلط سمت اختیار کرتا۔ خوش قسمتی سے حضرت وارث عالم نواز کی شکل میں آپ کو ایک ایسا ہادی و رہنما مل گیا جس نے بالکل نوعمری میں آپ کا رُخ مجاز سے حقیقت کی طرف پھیر دیا۔

مرشدِ کامل کے زیرِ تربیت شاہ صاحب نے بہت تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کئے۔ چنانچہ ۱۷ سال کی عمر میں حضرت وارثِ پاک نے آپ کو احرام عطا فرما کر فقیری کی سند دے دی۔ اور اسی وقت اپنے سینہ مبارک کے ساتھ لگا کر پشت پر مُہرِ محبت اپنے دستِ مبارک سے لگا دی، آپ کی پشت پر اس جگہ ایک نشان ابھر آیا تھا جو ساری عمر ایک سند کے طور پر نمایاں رہا۔

پیرو مرشد کا دامن تھام لینے کے بعد آپ کو امورِ دنیوی سے کوئی دلچسپی نہ رہی تھی۔ چونکہ آپ والدین کی اکلوتی اولاد تھے اس لیے والدہ ماجدہ کو یہ فکر رہتی تھی کہ اس گھرانے کا نام آگے چلے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت کے پیرو مرشد سے استدعا کی۔ ماں کی التجا قبول ہوئی اور پیرو مرشد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آپ نے نکاح فرمایا۔ اس مناکحت سے آپ کے ہاں ایک لڑکی اور دو لڑکے تولد ہوئے۔ لڑکوں میں سے بڑے بیٹے کا نام سید وارث حسین بیدار بیدمی ہے اور چھوٹا بیٹا یہ خاکسار راقم سید ایاز وارث شاہ وارثی ہے:

جیسا کہ بیان ہوا۔ آپ نے ۴۰ برس عمر پائی۔ آپ کا وصال ۸ رمضان المبارک بروز منگل ۱۳۵۴ھ (نومبر ۱۹۳۶ء) کو ہوا۔ ان دنوں آپ لکھنؤ میں نواب رامپور کی بڑی بہن شہزادی بیگم صاحبہ جو آپ سے بیعت تھیں، کی کوٹھی میں قیام فرما تھے لیکن لغواتے سے

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

دیارِ یار جو عمر بھر آپ کا کعبہ مقصود رہا، اب اس کی خاک آپ کو اپنے آغوش میں لینے کو بے تاب تھی۔ چنانچہ آپ دیوہ شریف میں اپنے مرشد پاک کے قدموں میں مدفون ہوئے۔ خود ہی فرمایا تھا ؎

اسی خاک آستاں میں کسی دن فنا بھی ہو گا
کہ بنا ہوا ہے بیدمؔ اسی خاک آستاں سے

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی طبیعت اوایل عمر سے موزوں تھی، اس پر مزاج کی افتاد گویا سونے پر سہاگہ بنی۔ لیکن اس دور کا کلام بالکل تلف ہو چکا ہے، البتہ مجاز سے حقیقت کی طرف آنے کے بعد جو کچھ کہا وہ بفضلہٖ محفوظ ہے، چنانچہ آپ کے ۹ مطبوعہ دیوان موجود ہیں۔ جن میں سے پہلا جانِ بیدم اور آخری مصحفِ بیدم ہے۔ علاوہ ازیں ایک دیوان آپ کے غیر مطبوعہ کلام پر مشتمل ہے۔ نثر میں آپ سے ایک میلاد نامہ اور حضرت وارث پاک کے مختصر سوانح مبارک بھی آپ سے یادگار ہیں[1]

حضرت بیدم شاہ وارثی نور اللہ مرقدہ کے کلامِ بلاغت نظام کو بفضلہٖ وہ شہرتِ دوام اور قبولِ عام حاصل ہوا ہے کہ آج بھی برصغیر ہند و پاک میں کوئی محفلِ سماع اور کوئی صوفیانہ مجلس ایسی نہیں جہاں یہ کلام سنا اور سنایا نہ جاتا ہو۔

مجھے از حد خوشی ہے — اور مجھے یقین ہے کہ برادرانِ سلسلہ بھی مسرور ہوں گے کہ برادرم سلیم اسماعیل صاحب نے مصحفِ بیدم کو نہایت عمدگی کے ساتھ شایع کرنے کا قصد کیا ہے۔ انھوں نے مجھ سے دیوان ہٰذا کی اشاعت کے سلسلے میں اجازت طلب کی ہے جو میں بخوشی دے رہا ہوں۔ میری دلی دعا ہے کہ مولا پنجتن پاک کے صدقے میں نیک کاموں کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے دینی و دنیوی کاروبار میں ترقی

---

[1] : حضرت کے غیر مطبوعہ کلام کو شایع کرنا بھی ادارہ کے پروگرام میں ہے۔ انشاء اللہ العزیز۔

عطا فرمائے۔ آمین۔ فقط

کمینہ بندہ ام از بندگانِ درگہِ تو
قبول کن کہ رسانم شہا سلام علیک

لاہور ۱۰ اگست سنہ ۱۹۸۱ء

سگِ درگاہ وارث عالم نواز
ناچیز، کمینہ
ایس۔ ایاز وارث شاہ وارثی
۲۱۹/ای کاشانہ وارثی، وارث اسٹریٹ
پیر کالونی، والٹن، لاہور کینٹ۔

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد و آلِ محمّد بقدرِ حسنہ و جمالہ

مصنّفِ بدنام

باب السلام

[illegible]

عشق آیا ہے رفعتِ جہاں لیے
حسن آیا ہے شوکتِ جہاں لیے

ہر اِک کمال لیے آیا ہے کمال
بیم آیا ہے سب کمال لیے

[illegible] ۱۴۰۱ [illegible]

از کلام
حضرت مولانا شاہ سید محمد ذوقی رحمۃ اللہ علیہ

کتبہ [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیامِ سلام

بحضور شہنشاہ کونین سرکار امام الاولیاءؒ وارث پاک روح اللہ روحہ

اے وارث معین و مددگار خاص و عام
از ما غریب و خستہ دلاں بر تو صد سلام

صد صد سلام مرشد و مولا و پیشوا
صد صد سلام ہادی و مہدی و مقتدا

صد صد سلام ہا بحضورِ فلک جناب
صد صد سلام ہا بجگر بند بو ترابینہ

اے سروِ باغِ مصطفوی بر تو صد سلام
چشم و چراغ مرتضوی بر تو صد سلام

اے جانشینِ میرِ نجف، بر تو صد سلام
اے آفتاب عز و شرف بر تو صد سلام

اے یادگار مصطفوی بر تو صد سلام
نام و نشان مرتضوی بر تو صد سلام

اے غمگسار و حامی و مشکل کشائے من
وارث علی و وارث میراث پنج تن

بیدم کمینہ بندۂ از بندگان تست
زیں در کجا رود کہ سگ آستان تست

سلام شوق

سلام علیٰ شاہِ گلگوں قبائے — سلام علیٰ خواجہ دوسرائے
سلام علیٰ جانشین محمدؐ — سلام علیٰ شمع دین محمدؐ
سلام علیٰ آلِ پاک پیمبر — سلام علیٰ نورِ عینین حیدر
سلام علیٰ رہنمائے طریقت — سلام علیٰ خضر راہ حقیقت
سلام علیٰ تاجدار سیادت — سلام علیٰ شہریارِ ولایت
سلام علیٰ گنج اسرار پنہاں — سلام علیٰ کعبۂ دین وایماں
سلام علیٰ خسرو مہ جبیناں — سلام علیٰ تاجدار حسیناں
سلام علیٰ نیرِ برج عرفاں — سلام علیٰ گوہر درج ایماں
سلام علیٰ ہادی و پیشوائے — سلام علیٰ مرشد و رہنمائے
سلام علیٰ داروئے درد ہجراں — سلام علیٰ عیسئے دردمنداں
سلام علیٰ مقصدِ دین و ایماں — سلام علیٰ آرزوئے دل و جاں
سلام علیٰ وارث دین پناہے — ضیا بخش حسن رخ مہرماہے

سلام علیٰ جان و جانان بیدم
سلام علیٰ دین و ایمان بیدم

سلامِ مقبول

السلام اے گہرِ قلزمِ شانِ حیدر　　جانِ جانِ شہدا روحِ روانِ شہدا

السلام اے گلِ نورستۂ باغِ حیدر　　جانشینِ نبوی چشم و چراغِ حیدر

احمد و فاطمہ زہرا کی نشانی تسلیم　　اے مرے پنجتنِ پاک کے جانی تسلیم

شہِ تسلیم و رضا آپ کو لاکھوں مجرے　　مظہرِ شانِ خدا آپ کو لاکھوں مجرے

وارث و والیٔ بیدم تجھے بیدم کا سلام

ایک بیدم ہی پہ کیا ہے تجھے عالم کا سلام

سلامِ نیاز

سلام اے ساقیِ مستاں سلام اے پیرِ میخانہ　　سلام اے مرشدِ پاکاں امامِ بزمِ رندانہ

سلام اے جلوۂ جاناں سلام اے حسنِ جانانہ　　تجلی حرم و اے زینتِ ایوانِ بت خانہ

سلام اے شیخِ لاثانی سلام اے مرشدِ دوراں　　سلام اے کنزِ عرفانی سلام اے مصدرِ عرفاں

سلام اے خسروِ خوباں سلام اے مجمعِ خوبی　　سلام اے تاجِ محبوباں سلام اے جانِ محبوبی

سلام اے پیشوا وارث سلام اے رہنما وارث　　امیر المومنیں وارث امام الاولیا وارث

سلام اے مرتضیٰ صورت سلام اے مصطفیٰ سیرت　　سلام اے ہادیِ دیں اسلام اے مہدیِ ملت

سلام اے سروِ بستانے بہارِ ہر گلستانے　　سلام اے نورِ یزدانے سلام اے خلقتِ شانے

جبینِ شوق ہو میری تمہارا آستانہ ہو　　ادا شام و سحر یونہی صلوٰۃ پنجگانہ ہو

سلام اے چارۂ بیدم علاجِ سوزِ پنہانی　　سلام اے مونسِ بیدم طبیبِ دردِ روحانی

سلامِ مہجور

سلام اے ساقیِ مے خانۂ عشق
سلام اے صاحبِ پیمانۂ عشق

سلام اے نیّرِ برجِ ولایت
سلام اے گوہرِ تاجِ ولایت

سلام اے خضرِ ہادیِ طریقت
سلام اے رہبرِ راہِ حقیقت

سلام اے یوسفِ کنعانِ خوبی
سلام اے روحِ حسن و جانِ خوبی

سلام اے شمعِ بزمِ مصطفائی
سلام اے نورِ چشمِ مرتضائی

سلام اے روحِ زہرا جانِ حسنین
سلام اے زینتِ گلزارِ کونین

سلام اے کشتیِ دل کے نگہباں
سلام اے بے سر و ساماں کی اماں

سلام اے بلبلِ گلزارِ وحدت
سلام اے قمریِ سروِ حقیقت

سلام اے ساقیِ کوثر کے پیارے
سلام اے عرشِ اعظم کے ستارے

سلام اے فاطمہ کے باغ کے پھول
سلام اے یادگارِ شاہِ مقتول

سلام اے گنجِ اسرارِ معانی
سلام اے شرحِ رمزِ مَن رَاٰنی

سلام اے چارہ سازِ دردِ پنہاں
سلام اے عیسیٔ بیمارِ ہجراں

سلام اے جانِ ارماں روحِ حسرت
سلام اے جان و جانانِ محبت

سلام اے گلبنِ باغِ تمنّا!
فروغِ مجلسِ داغِ تمنّا!

سلام اے شیخِ عالم غوثِ دوراں
عطا پاش و خطا پوشِ مریداں

سلام اے خسروِ اقلیمِ عرفاں
شہ وارث علی محبوبِ یزداں

سلام اے والی و وارث ہمارے
علیؓ کے لال، زہراؓ کے دلارے

شبیہِ مرتضےٰ، شانِ پیمبر
امیرِ لشکرِ میدانِ محشر

بہارِ گلشنِ کونین، تسلیم!
چراغِ خانۂ سبطین، تسلیم

دلِ مہجور کے ارمان، تسلیم
حسینانِ جہاں کے جان، تسلیم

تمہارے روضۂ انور کو مجرے
درِ اقدس پہ صبح و شام سجدے

مری آنکھیں تصدق جالیوں پر
نثارِ گنبدِ اطہر مرا سر

کلس پر روضہ کے قربان جاؤں
میں مہر و ماہ کو صدقے چڑھاؤں

میں اک اک ذرۂ مقدس پہ دوں قرباں
کہ آسودہ ہے جس میں تو مری جاں

دلِ مہجور لائے تاب کب تک
یہ آخر نیند کب تک خواب کب تک

میں صدقے میٹھی نیندیں سونے والے
ذرا رخسار سے چادر ہٹا لے

اٹھ اے جانِ جہاں سروِ خراماں
بہارِ گلشن، شمعِ بزمِ خوباں

دلِ عشاق کو پامال کر دے
جو پہلے تھا وہی پھر حال کر دے

وہی پہلی سی بزم آرائیاں ہوں
وہی اگلی سرور افزائیاں ہوں

مئے عرفاں کا پھر ہو دور ساقی
کہیں مے خوارہاں! کچھ اور ساقی

بنے پھر ذرہ ذرہ مشعلِ نور!
کہے پھر وہ انا الطور انا الطور

دعائیں سب مری مقبول ہو جائیں
تمناؤں کی کلیاں پھول ہو جائیں

یہ حسرت ہے یہی ارمان بیدم
انہیں قدموں پہ نکلے جان بیدم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئی نسیم کوئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ کھینچنے لگا دل سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کعبہ ہمارا کوئے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ۔۔۔ مصحفِ ایمان روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
لے کے مرادِ دل آئیں گے مر جائیں گے گھٹ جائیں گے ۔۔۔ پہنچیں تو ہم تا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
طوبیٰ کی جانب تکنے والو آنکھیں کھولو ہوش سنبھالو ۔۔۔ دیکھو قدِ دلجوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نام اسی کا بابِ کرم ہے دیکھو یہی محرابِ حرم ہے ۔۔۔ دیکھ خمِ ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہم سب کا رخ سوئے کعبہ سوئے محمدؐ روئے کعبہ ۔۔۔ کعبے کا کعبہ کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

بھینی بھینی خوشبو مہکی بیدمؔ دل کی دنیا لہکی
کھل گئے جب گیسوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

یہ ادنیٰ ہے وصفِ کمالِ محمدؐ ۔۔۔ کہ ہے عرش زیرِ نعالِ محمدؐ
جدا ہو نہ دل سے خیالِ محمدؐ ۔۔۔ زباں پر رہے قیل و قالِ محمدؐ
ہیں حسنین حسن و جمالِ محمدؐ ۔۔۔ علیؓ ، زورِ دستِ کمالِ محمدؐ
گلستانِ زہرا کا ہر پتہ پتہ ۔۔۔ ہے آئینہ دارِ خصالِ محمدؐ
سلام اور کروڑوں رحمتیں روز افزوں ۔۔۔ الٰہی بر اصحاب و آلِ محمدؐ
حسین و جمیل و ملیحانِ عالم ۔۔۔ نمک خوارِ خوانِ جمالِ محمدؐ
یہ ہے مختصر شرحِ شرع و طریقت ۔۔۔ کہ اک قال ہے ایک حالِ محمدؐ

ناکام کو کامیاب کرنے والے
قطرے کو دُرِ خوشاب کرنے والے
بیدم کی بھی قسمت کا ستارہ چمکا
اے ذرّے کو آفتاب کرنے والے

مری جان پُر غم مرا قلب محزوں　　اویسؓ ایک ہے اک بلال محمدؐ

مرے دل کا دل جان کی جان بیدمؔ

ملالِ محمدؐ خیالِ محمدؐ

○

عدم سے لائی ہے ہستی میں آرزوئے رسول
کہاں کہاں لئے پھرتی ہے جستجوئے رسول

خوشا وہ دل کہ ہو جس دل میں آرزوئے رسول
خوشا وہ آنکھ جو ہو محوِ حسنِ روئے رسول

تلاشِ نقشِ کفِ پائے مصطفٰے کی قسم
چنے ہیں آنکھوں سے ذراتِ خاکِ کوئے رسول

پھر ان کے نشۂ عرفاں کا پوچھنا کیا ہے
جو پی چکے ہیں ازل میں مئے سبوئے رسول

بلائیں لوں تری اے جذبِ شوق صلِ علےٰ
کہ آج دامنِ دل کھچ رہا ہے سوئے رسول

شگفتہ گلشنِ زہرا کا ہر گلِ تر ہے
کسی میں رنگِ علی اور کسی میں بوئے رسول

عجب تماشا ہو میدانِ حشر میں بیدمؔ
کہ سب ہوں پیشِ خدا اور میں روبروئے رسول

○

محشر میں محمد کا عنوان نرالا ہے — امت کی شفاعت کا سامان نرالا ہے
خوبی و شمائل میں ہر آن نرالا ہے — انسان ہے وہ لیکن انسان نرالا ہے
تزئین شب اسریٰ دیکھی تو ملک بولے — کیا آج خدا کے گھر مہمان نرالا ہے
اقلیم محبت کی دنیا ہی نرالی ہے — دربار انوکھا ہے، سلطان نرالا ہے
مستوں کے سوا تجھ کو سمجھا، نہ کوئی سمجھے — اے پیرِ مغاں تیرا عرفان نرالا ہے
وہ مصحفِ رخ دل میں آنکھوں میں تصور ہے — البیلی تلاوت ہے قرآن نرالا ہے
پھولوں میں مہکتا ہے بلبل میں چہکتا ہے — جلوہ تری صورت کا ہر آن نرالا ہے
اس مصحفِ عارض کو قرآن سمجھتے ہیں — ان اہلِ محبت کا ایمان نرالا ہے
کعبہ ہو کہ بت خانہ مکتب ہو کہ مے خانہ — ہر جا پہ ترا جلوہ اے جان نرالا ہے

مضمون اچھوتے ہیں مفہوم انوکھے ہیں
دیوانوں میں بیدم کا دیوان نرالا ہے

قبلہ و کعبۂ ایمان رسولِ عربی — دو جہاں آپ پہ قربان رسول عربی
چاند ہو تم جو رسولانِ سلف تارے ہیں — سب نبی دل ہیں، تو تم جان رسول عربی
صدقہ حسنین کا روضہ پہ بلا لو مجھ کو — ہند میں ہوں میں پریشان رسول عربی
کس کی مشکل میں تری ذات نہ آڑے آئی — تیرا کس پر نہیں احسان رسول عربی
کوئی بہتر ہے تو بہتر سے بھی بہتر تو ہے — سب سے اعلیٰ ہے تری شان رسول عربی
تیرا دیدار ہے دیدارِ الٰہی مجھ کو! — تیری الفت مرا ایمان رسول عربی
مجمعِ حشر میں اس شان سے آئے بیدم — ہاتھ میں ہو ترا دامان رسول عربی

میرا دل اور مری جان مدینے والے
تجھ پہ سو جان سے قربان مدینے والے

باعثِ ارض و سما صاحبِ لولاک لما
عینِ حق صورتِ انسان مدینے والے

بھر دے بھر دے مرے داتا مری جھولی بھر دے
اب نہ رکھ بے سر و سامان مدینے والے

کُل کے مطلوب کا محبوب ہے معشوق ہے تو
اللہ اللہ رے تری شان مدینے والے

آڑے آتی ہے تری ذات ہر اک دکھیا کے
میری مشکل بھی ہو آسان مدینے والے

پھر تمنائے زیارت نے کیا دل بے چین
پھر مدینے کا ہے ارمان مدینے والے

دل بھی مشتاقِ شہادت ہے کماندارِ عرب
اس طرف بھی کوئی پیکان مدینے والے

تیرا در چھوڑ کے جاؤں تو کہاں جاؤں میں
میرے آقا میرے سلطان مدینے والے

سگِ طیبہ مجھے سب کہہ کے پکاریں بیدمؔ
یہی رکھیں مری پہچان مدینے والے

○

ادا کیسے رہی ہے عرش کی پہلو نشیں ہو کر
زمیں روضہ کی تیرے تیرے روضہ کی زمیں ہو کر

رہا جو مدتوں تاجِ سرِ عرشِ بریں ہو کر
وہی چمکا عرب میں نورِ رب العالمیں ہو کر

محمدؐ سر سے پا تک مظہرِ حسنِ الٰہی ہیں
کہ آئے دہر میں تصویرِ صورت آفریں ہو کر

کریں تزئینِ مہر دُیانِ عالم کو ضرورت ہے
تمہیں کیا چاہیئے محبوبِ رب العالمیں ہو کر

محمدؐ سب سے پہلے ہم گنہگاروں کو پوچھیں گے
ہمیں وہ بھول سکتے ہیں شفیع المذنبیں ہو کر

ہمارا کچھ نہ ہونا لاکھ ہونے کے برابر ہے
چلے دنیا سے ہم شیدائے ختم المرسلیں ہو کر

ہمارے سر پہ بیدمؔ ظلِ دامانِ محمدؐ ہے
تو کیا کرلے گا پھر خورشیدِ محشر خشمگیں ہو کر

ماہِ درخشاں، نیّرِ اعظم صلے اللہ علیک وسلم
از سر تا پا نورِ مجسم صلے اللہ علیک وسلم

میرے ہی کیا، کل کے سرور، ہر برتر سے بھی تم برتر
رحمتِ عالم، خیرِ مجسم صلے اللہ علیک وسلم

ڈوبے ہوؤں کو تم نے ابھارا، بگڑے ہوؤں کو تم نے سنوارا
حامی و محسنِ نوح و آدم صلے اللہ علیک وسلم

سب سے بڑھ کر، سب سے اعلیٰ، سب سے افضل، سب سے بالا
سرورِ دیں، سرورِ عالم صلے اللہ علیک وسلم

حرزِ یمانی اسمِ اعظم دافعِ رنج و مصیبت بیدمؔ
نامِ مبارک قلعۂ محکم صلے اللہ علیک وسلم

سراجاً منیرا، نگارِ مدینہ
تجلّیٔ مکہ، بہارِ مدینہ

گھرا ہوں اکیلا میں انبوہِ غم میں
دوہائی ہے اے تاجدارِ مدینہ

مبارک تجھے نجد اے روحِ مجنوں
میں سو جان سے ہوں نثارِ مدینہ

الٰہی دمِ واپسیں سامنے ہو!
وہ محبوبِ عالم، نگارِ مدینہ

مجھے گردشِ تیرہ گو پیس ڈالے
بنوں پر میں یارب غبارِ مدینہ

دلِ مبتلا کے ٹھکانے نہ پوچھو
جوارِ محمد، دیارِ مدینہ

کہاں باغِ عالم کی بیدمؔ ہوائیں
کہاں وہ نسیمِ بہارِ مدینہ

شوقِ دیدار میں اب جی پہ مرے آن بنی
اَیا نَبِیُ اَنتَ حَبیبی شہِ مکّی مدنی

خاتمِ جملہ رسل، شمعِ سُبُل، مصدرِ کل
نخلِ بستانِ عرب، سروِ ریاضِ مدنی

کشش عشق نبی صلِ علےٰ صلِ علےٰ
مرحبا جذبۂ بے تاب و غریب الوطنی

کیوں نہ روضے کو ترے نور علےٰ نور کہوں
قبۂ نور پہ ہے چادرِ مہتاب تنی

موتی دندان مبارک کی چمک پر صدقے
لبِ رنگیں پہ ہے قربان عقیقِ یمنی

ہند کی محتاج کو محروم نہ رکھئے سرکار
اے شہنشاہِ عرب یثرب و بطحا کے دھنی

سب کی سنتے ہیں تو تیری بھی سنیں گے بیدمؔ
رائیگاں جا نہیں سکتی یہ کبھی نعرہ زنی

کیا پوچھتے ہو گرمیٔ بازارِ مصطفےٰ
خود بک رہے ہیں آکے خریدارِ مصطفےٰ

دل ہے مرا خزینۂ اسرارِ مصطفےٰ
آنکھیں ہیں دونوں روزنِ دیوارِ مصطفےٰ

پھیلا ہوا ہے چاروں طرف دامنِ نگاہ
اور لٹ رہی ہے دولتِ دیدارِ مصطفےٰ

تفسیرِ مصحفِ رُخِ پُر نور، والضحیٰ
واللیل شرحِ گیسوئے خمدارِ مصطفےٰ

نعلینِ پاک سے عرشِ معلیٰ کو ہے شرف
روح الامین ہیں غاشیہ بردارِ مصطفےٰ

کیونکر نہ سجدہ پیشِ رُخِ مصطفےٰ کروں
طاقِ حرم ہے ابروئے خمدارِ مصطفےٰ

بیدمؔ نہ آؤں جا کے دیارِ رسولؐ سے
تربت ہو زیرِ سایۂ دیوارِ مصطفےٰ

مناقب امام الطائفہ حضرت سیدنا اسد اللہ الغالب مولا علی کرم اللہ وجہہ

روحِ روانِ مصطفوی جانِ اولیا — مولا علی بہارِ گلستانِ اولیاؑ
مشکل کشا و قوتِ بازوئے مصطفےٰ — خیبر کشا و شیرِ نیستانِ اولیاؑ
بابِ علوم، حیدر و صفدر، امامِ دین — شاہ و امیر و قیصر و خاقانِ اولیاؑ
داتا، سخی، کریم، ید اللہ، بو الحسنؓ! — پُر ہے کرم سے آپ کے دامانِ اولیاؑ
کحل البصر ہے خاکِ قدم بوتراب کی — نقشِ قدم ہے قبلۂ ایمانِ اولیاؑ
دیباچۂ کتابِ ولایت ہیں مرتضےٰ — اور غوثِ پاک مطلعِ دیوانِ اولیاؑ

بیدمؔ سنائے جا یونہی نغمے بہار کے
خاموش ہو نہ بلبلِ بستانِ اولیاؑ

○

کعبۂ دل قبلۂ جاں طاقِ ابروئے علی — ہو بہو قرآنِ ناطق مصحفِ روئے علی
خاک کے ذروں میں عطرِ بوترابی کی مہک — باغ کے ہر پھول سے آتی ہے خوشبوئے علی
اے صبا کیا یاد فرمایا ہے مولا نے مجھے — آج میرا دل کھنچا جاتا ہے کیوں سوئے علی
دامنِ فردوس ہے ہر گوشۂ شہرِ نجف — ہے مقیمِ خلد گویا ساکنِ کوئے علی

کیوں نہ ہوں کونین کی آزادیاں اس پر نثار
ہے دلِ بیدمؔ اسیرِ دامِ گیسوئے علی

○

مدح حضرت غوث الاعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ

سرتاجِ پیراں قطبِ جہانی　　میراں محی الدین شیخ زمانی
خضرِ طریقت، شیخِ ہدایت　　بحرِ حقیقت، گنجِ معانی
جانِ پیمبر، جانانِ شبّر　　حیدر کے دلبر زہرا کے جانی
ہاتھوں کے قرباں عقدہ کشائی　　صدقے لبوں پہ معجز بیانی
جود و سخا میں لطف و عطا میں　　ہمسر تمہارا کوئی نہ ثانی
اے کاش سنتے سرکارِ جیلاں　　میری کہانی میری زبانی

اے رشکِ عیسیٰ بیدم ہے بیدم
کیجے علاجِ دردِ نہانی

○

پھر دل میں مرے آئی یادِ شہِ جیلانی　　پھرنے لگی آنکھوں میں وہ صورتِ نورانی
مقصودِ مریداں ہو اے مرشدِ لاثانی　　تم قبلۂ دینی ہو تم کعبۂ ایمانی
حسنین کے صدقے میں اب میری خبر لیجے　　مدت سے ہوں اے مولا میں وقفِ پریشانی
اب دستِ کرم ہی کچھ کھولے تو گرہ کھولے　　آسانی میں مشکل ہے مشکل میں ہے آسانی
سنتا ہوں سے کبھی اچھا ہوں کیا جانئے کیا کیا ہوں　　ہاتھ آئی ہے قسمت سے در کی ترے دربانی
سوتے ہیں پڑے سکھ سے آزاد ہیں ہر دکھ سے　　بندوں کو ترے مولا غم ہے نہ پریشانی

بیدم ہی نہیں اے جاں تنہا ترا سودائی
عالم ہے ترا شیدا دنیا تری دیوانی

جان پہ بن گئی اب آیئے شیئاً للہ ۔۔۔ مشکل آساں مری فرمائیے شیئاً للہ
کشتیاں ڈوبی ہوئی آپ نے تیرائی ہیں ۔۔۔ میری امداد بھی فرمائیے شیئاً للہ
آپ کا طالبِ دیدار ہوں غوث الثقلین ۔۔۔ روئے زیبا مجھے دکھلائیے شیئاً للہ
اپنے دادا اسد اللہ کے قدموں کے طفیل ۔۔۔ دستگیری مری فرمائیے شیئاً للہ

ہند میں بے سر و ساماں رہے کب تک بیدم
اس کو بغداد میں بلوائیے شیئاً للہ

مدح حضرت خواجہ خواجگان ولی الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہٗ

خواجہ تری خاک آستانہ ۔۔۔ ہے طرۂ تاجِ خسروانہ
ان کی ہی نظر کا ہوں نشانہ ۔۔۔ دل لے کے جو ہو گئے روانہ
اے خواجہ معین الدین چشتی ۔۔۔ اے ہادی و مرشد یگانہ
سن لو مری دکھ بھری کہانی ۔۔۔ سن لو غم ہجر کا فسانہ
مجھ پر بھی کرم کر آپ کا ہوں ۔۔۔ مجھ پر بھی نگاہ خسروانہ
جن پر ہوئے مہربان خواجہ ۔۔۔ بخشا انھیں چشت کا خزانہ
سرکار کے ناوک ادا کا ۔۔۔ ہے طائرہ سدرہ بھی نشانہ
پروانہ و عندلیب سے سن ۔۔۔ اے دل گل و شمع کا فسانہ
قائم رہے تا قیام عالم ۔۔۔ یہ قصر یہ بزم صوفیانہ
ہنگام سجود پائے خواجہ ۔۔۔ بیدم ہو نماز پنجگانہ

پیمانہ پہ دے بھر کر پیمانہ معین الدین
آباد رہے تیرا مے خانہ معین الدین

تو گل ہے تو میں بلبل تو سرو تو میں قمری
تو شمع ہے میں تیرا پروانہ معین الدین

تم ہی نہیں سنتے تو پھر کون سُنے میری
کس سے کہوں میں اپنا افسانہ معین الدین

جو آتا ہے جانے کا پھر نام نہیں لیتا
ہے خلد بریں تیرا کاشانہ معین الدین

پھر ہوش میں آنے کا میں نام نہ لوں بیدم
کہہ دیں جو مجھے اپنا دیوانہ معین الدین

مدح حضرت شیخ المشائخ سلطان الدارین خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی قدس اللہ سرہٗ

میں آپ کا دیوانہ ہوں محبوب الٰہی
اپنے سے بھی بیگانہ ہوں محبوب الٰہی

مے خانے سے تیرے کہیں جا ہی نہیں سکتا
دُردی کش مے خانہ ہوں محبوب الٰہی

قربان مرا دل ہے مری جان تصدق
تو شمع میں پروانہ ہوں محبوب الٰہی

مخمور نگاہوں کا تری روز ازل سے
مستانہ ہوں مستانہ ہوں محبوب الٰہی

مجھ بیدم دل خستہ کے ارمان نہ پوچھو
ارمانوں کا کاشانہ ہوں محبوب الٰہی

وہی دیتے ہیں مجھ کو اور انھیں سے مانگتا ہوں میں
نظام الدین سلطان المشائخ کا گدا ہوں میں

مرے خواجہ جہاں میں آپ ہی کو لاج ہے میری
بُرا ہوں یا بھلا جیسا ہوں لیکن آپ کا ہوں میں

مجھے بھی اپنی محبوبی کا صدقہ کچھ عنایت ہو
کہ محبوب الٰہی تیرے در پہ آ پڑا ہوں میں

میری فریاد بھی گنج شکر کا واسطہ سنئے
کہ شاہا! تلخیٔ ایام سے گھبرا گیا ہوں میں

ہزاروں حسرتیں لے کر تمھارے در پہ آیا ہوں
زباں خاموش ہے لیکن سراپا مدعا ہوں میں

مری عرضِ تمنّا بھی عجب عرضِ تمنّا ہے
کہ تم کو مانگتا ہوں اور تمھیں سے مانگتا ہوں میں

مرے وارثؒ مرے والی نظام الدین ہیں بیدم
انھیں کا مبتلا ہوں میں انھیں پر مرمٹا ہوں میں

مدح حضرت مخدوم عالم و عالمیان خواجہ علاؤالدین احمد صابر کلیری

بہار باغِ جنت ہے بہار روضہ صابر
جوارِ عرش اعلیٰ ہے جوارِ روضۂ صابر

یہاں بے پردہ اللہ و نبی کی دید ہوتی ہے
ہمیں مکہ مدینہ ہے دیارِ روضۂ صابر

زمین کلیر کی جنت کی فضا پر ناز کرتی ہے
فلک ہوتا ہے پھر پھر کر نثار روضۂ صابر

یہاں ہر مردہ دل آ کر حیاتِ ناز پاتا ہے
بہارِ جاوداں ہے ہمکنار روضۂ صابر

رہے رنگیں چمن خونِ شہیدانِ محبت سے
سدا پھولے پھلے یہ لالہ زار روضۂ صابر

بناؤں غازۂ رخسارِ ایماں خاک کلیر کی
مری آنکھوں کا سرمہ ہو غبار روضۂ صابر

تصور سے نظر میں کوندتی ہیں بجلیاں بیدمؔ
عجب پرنور ہیں نقش و نگارِ روضۂ صابر

○

دلبرِ خواجہ فرید الدین گنج شکری
یا علیؓ احمدؒ علاؤالدین صابر کلیری

شمع بزمِ فاطمیؓ گلدستۂ باغ رسول
گوہر درج حسنؓ مہر سپہر حیدری

شہریارِ کلیری شاہنشہِ اقلیم فقر
صاحب صبر و رضا مسند نشین برتری

بہر خواجہ قطبؒ دیں و حضرت بابا فریدؒ
از پئے خواجہ معین الدین چشتی سنجری

دے کے صدقہ خواجہ شمسؒ الدین جلال الدینؒ کا
اپنے بیدمؔ کو دکھا دو شان بندہ پروری

○

حقیقت میں ہو سجدہ جبہ سائی کا بہانہ ہو
الٰہی میرا سر ہو اور ان کا آستانہ ہو

تمنّا ہے کہ میری روح جب تن سے روانہ ہو
دم آنکھوں میں ہو اور پیشِ نظر وہ آستانہ ہو

زباں جب تک ہے اور جب تک نہ بالیں تابِ گویائی
تری باتیں ہوں تیرا ذکر ہو تیرا افسانہ ہو

مری آنکھیں بنیں آئینہ حسنِ روئے صابر کا
دلِ صد چاک ان کی عنبریں زلفوں کا شانہ ہو

بلا اس کی ڈرے پھر گرمیٔ خورشید محشر سے
ترے لطف و کرم کا جس کے سر پر شامیانہ ہو

انھیں تو مشقِ تیرِ ناز کی دھن ہے وہ کیا جانیں
کسی کی جان جائے یا کسی کا دل نشانہ ہو

نہ پوچھ اُس عندلیبِ سوختہ ساماں کی حالت کو
قفس کے سامنے برباد جس کا آشیانہ ہو

سرِ بیدمؔ ازل کے دن سے ہے وقفِ جبیں سائی
کسی کا نقشِ پا ہو اور کوئی آستانہ ہو

چادر شریف

غریب پرور و بندہ نواز کی چادر
امیرِ یثرب و شاہِ حجاز کی چادر

سروں پہ رکھے ہوئے آرہے ہیں قدوسی
حضور صابرِ بندہ نواز کی چادر

ہٹا دے پردۂ صورت کو شاہدِ معنیٰ
اٹھا دے نورِ حقیقت مجاز کی چادر

بہار آتے ہی ساغر بکف ہیں مستانے
ہے سر پہ ساقیٔ مے کش نواز کی چادر

دوائے دردِ دلِ ناصبور ہے بیدمؔ
مرے مسیح مرے چارہ ساز کی چادر

مدح حضرت شیخ الشیوخ مخدوم شیخ احمد عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ

اے میرے دریا دل ساقی میر میخانہ عبدالحقؒ
اپنے مے خواروں کا صدقہ بھر دے پیمانہ عبدالحقؒ

مہرِ ذرہ پرور تم ہو ہر دل میں ضیا گستر تم ہو
تم شمعِ بزمِ پیمبر ہو عالم پروانہ عبدالحق

اے مرشدِ کامل ہادیِ دیں اے محی الدینؒ و معین الدینؒ
اے قطب یا شیخ دو عالم مخدوم زمانہ عبدالحق

پھرتا ہوں مصیبت کا مارا صدموں سے ہے دل پارا پارا
تم ہی نہ سنو تو کون سنے میرا افسانہ عبدالحق

جو در پہ تمھارے آتا ہے منہ مانگی مرادیں پاتا ہے
بیدمؔ کے بھی حالِ زار پہ ہو لطفِ شاہانہ عبدالحق

مدح محبوب جل وعلیٰ حضرت سیدنا امیر العلاؒ احراری اکبر آبادی قدس سرہٗ

خدیوِ کشورِ دیں خسروِ ملک خدادانی
امیر بوالعلاؒ شاہنشہ اقلیم عرفانی

علیؓ کے لال ہو خاتونِ جنت کی نشانی ہو
معین الدینؒ کے پیارے خواجہ احرارؒ کے جانی

مجھے آسان سے آسان بھی ہر کام مشکل ہے
تمھیں مشکل نہیں سرکار میری مشکل آسانی

کرم کیجے کہ محتاج کرم سرکار آیا ہوں
رہا کیجے کہ آیا ہوں گرفتار پریشانی

ادھر بھی اک نظر بیدمؔ درِ دولت پہ حاضر ہے
معین الدین کا بردہ سگِ درگاہ جیلانیؒ

مدح حضرت شاہ عبدالمنعم کنز المعرفت قادری شاہ ولایت دیلوہ شریف قدس سرہٗ

ہو مبارک تمھیں اے بادہ کشانِ منعمؒ
مئے پیو کھل گئی لو آج دکانِ منعمؒ

تو بھی کھو جائے تو پا جائے نشانِ منعمؒ
لامکاں سے بھی کچھ آگے ہے مکانِ منعمؒ

بے نشاں ہو تو ملے تجھ کو نشانِ منعمؒ
کہ جدا سارے جہاں سے ہے جہانِ منعمؒ

ہستی ہے نیستی اور نیستی ہستی ان کی
بے نشانی ہی تو ہے نام و نشانِ منعمؒ

حق سے جو چاہتے ہیں جس کو دلا دیتے ہیں
کبھی خالی نہیں جاتی ہے زبانِ منعمؒ

دولتِ قربِ الٰہی سے ہے سینہ معمور
یہی سرمایہ یہی گنجِ نہانِ منعمؒ

الفتِ صاحبِ لولاک ولائے حسنینؓ
دلِ منعمؒ ہے اگر وہ تو یہ جانِ منعمؒ

یاں کا ہر ذرہ ہے گنجینۂ انوارِ خدا
بقعۂ نور ہے واللہ مکانِ منعمؒ

ساری دنیا سے نرالی ہیں ادائیں ان کی
سارے عالم سے جدا شوکت و شانِ منعمؒ

اے خوشا بخت ترے خاکِ دیارِ دیلوہ
تیرے آغوش میں پاتا ہوں مکانِ منعمؒ

آپ کا ڈھونڈھنا مشکل بھی ہے آساں بھی ہے
آپ کھو جائیے تو پا جائیے نشانِ منعمؒ

باغِ منعمؒ کا ہر اک خار گلوں سے بہتر
رشکِ صد روضۂ رضواں ہے مکانِ منعمؒ

بیدمؔ ان آنکھوں کے قربان جو دیکھیں اُن کو
صدقے اس دل کے جو ہو مرتبہ دانِ منعمؒ

چادر شریف

قادریہ چادر منعمؒ کی جیلانی چادر منعمؒ کی
محبوبی چادر منعمؒ کی سبحانی چادر منعمؒ کی

نور نظر وہابؒ ہے یہ یا جلوۂ حسن محی الدینؒ
ہم رنگ ردائے مرتضوی روحانی چادر منعمؒ کی

ہے تربت شاہ ولایت یہ یا بقعۂ نور الٰہی ہے
ہے گوشۂ دامن رحمت یا نورانی چادر منعمؒ کی

عطرِ الفقرُ فخری میں آئی ہے مدینہ سے بس کر
شاہانی چادر منعمؒ کی سلطانی چادر منعمؒ کی

گر شوق زیارت ہے بیدمؔ تو دیکھو ان کی آنکھوں سے
از فرش زمیں تا عرش بریں طولانی چادر منعمؒ کی

مدح حضرت امام الاولیاء سیدنا وارث پاک طاب اللہ ثراہٗ و نور اللہ ضریحہٗ

حضرت وارثؒ چراغ خاندان پنجتنؓ
یادگار پنجتنؓ نام و نشان پنجتنؓ

شاہِ تسلیم و رضا ابن شہیدِ کربلا
خواجۂ گل گوں قبا روح روان پنجتنؓ

سبز گنبد کے مکیں اے وارثِ دنیا و دیں
راحتِ قلب حزیں اے جان جانِ پنجتنؓ

نیّرِ برجِ سیادت گوہر تاج شرف
اے گلِ زہراؓ بہارِ بوستان پنجتنؓ

قبلۂ ایمان و دیں نقشِ قدومِ اہلِ بیت
کعبۂ مقصود بیدمؔ آستانِ پنجتنؓ

ہے روزِ الست سے اپنی صدا وارثؒ مجھ میں میں وارثؒ میں
وہ راز مرا میں بھید اس کا وارثؒ مجھ میں میں وارثؒ میں

دریا سے وجودِ قطرہ ہے قطرے سے نمودِ دریا ہے،
دریا قطرہ، قطرہ دریا، وارثؒ مجھ میں میں وارثؒ میں

وہ نقطۂ خطِ تقدیر ہوں میں ، وہ خامہ اور تحریر ہوں میں
میں صورت ہوں اور وہ معنیٰ وارثؒ مجھ میں میں وارثؒ میں

وہ راز ہے پردۂ راز ہوں میں وہ زمزمہ ہے اور ساز ہوں میں
ہے میری حقیقت آئینہ، وارثؒ مجھ میں میں وارثؒ میں

وہ نیّرِ برجِ احدیت میں پرتوِ شانِ احدیت
مجھے کہتے ہیں ذرّۂ مہر نما وارثؒ مجھ میں میں وارثؒ میں

وہ یہ چمن ہے چمن کی بہار ہوں میں وہ بہانہ ہے رنگِ بہار ہوں میں
وہ شمع ہے اور میں اس کی ضیا وارثؒ مجھ میں میں وارثؒ میں

دیدار کی دھن میں صبح و مسا، بیدمؔ مجھے خوں روتے گزرا
حیرت چھائی جب یہ دیکھا وارثؒ مجھ میں میں وارثؒ میں

بلائے جاں ہے حسنِ روئے وارثؒ — قیامت قامتِ دلجوئے وارثؒ
قیودِ کیش و ملت سے ہیں آزاد — اسیرِ حلقۂ گیسوئے وارثؒ
ہے روزِ دیدِ وارثؒ عید کا دن — ہلالِ عید ہے ابروئے وارثؒ
انھیں کو تک رہی ہیں سب کی آنکھیں — کھنچا جاتا ہے ہر دل سوئے وارثؒ
مرا ایمان حُبِ وارثی ہے
مرا کعبہ ہے بیدم کوئے وارثؒ

مرے دل کا دل جان کی جان وارثؒ — مری زندگانی کا سامان وارثؒ
بنائی ہے بگڑی ہوئی تم نے سب کی — مری مشکلیں بھی ہوں آسان وارثؒ
انھیں روزِ محشر کا کھٹکا نہیں ہے — کہ جن کا بنا ہے نگہبان وارثؒ
کوئی ایک دو ملک کا حکمراں ہے — تو دونوں جہاں کا ہے سلطان وارثؒ
دمِ نزع تو آ کے صورت دکھا دے
کوئی دم کا بیدم ہے مہمان وارثؒ

ہے آئینۂ پنجتن شانِ وارثؒ — میں قربانِ وارثؒ میں قربانِ وارثؒ
زمیں تابعِ حکمِ سرکارِ دیوہ! — ہیں ساتوں فلک زیرِ فرمانِ وارثؒ
مرا کیا بگاڑے گا خورشیدِ محشر — مرے سر پہ ہے ظلِ دامانِ وارثؒ
کوئی میری آنکھوں سے دیکھے تو دیکھے — ہے ہر شکل میں جلوہ گر شانِ وارثؒ
نہ شاہی نہ شاہنشہی کی تمنا
ہے بیدم غلامِ غلامانِ وارثؒ

ابنِ حسینؓ و آلِ نبیؐ وارثِ علی
چشم و چراغِ مرتضویؓ وارثِ علیؒ

اے ہاشمی و مُطّلبی وارث علی
اے جانشینِ مصطفویؐ وارث علیؒ

جانِ بتولؓ و روحِ نبیؐ دلبرِ حسینؓ
سروِ ریاضِ پنجتنی وارث علیؒ

حل کر دے مشکلیں مری حلّالِ مشکلات
ہم شکل و ہم شبیہِ علیؓ وارث علیؒ

سو جاں سے جانِ بیدمؔ خستہ ترے نثار
اے روح و راحتِ قلبی وارث علیؒ

○

مہمان ہے خدا کا ہر مہمانِ وارث
اک نشانِ کبریا ہے واللہ شانِ وارثؒ

عشّاقِ وارثی کو دیر و حرم سے مطلب
کونین سے جدا ہے، واعظ، جہانِ وارثؒ

ہر نام نامِ ان کا ہر جا مقام ان کا
کیا پوچھتے ہو مجھ سے نام و نشانِ وارثؒ

بلبل تری صدا سے ہوتا ہے درد دل میں
تو نے اڑی کہاں سے طرزِ بیانِ وارثؒ

خسرو کا تاج و تختِ کسریٰ و گنجِ قاروں
لاتا نہیں نظر میں ہر پاسبانِ وارثؒ

میدانِ حشر کی بھی رنگین بہار ہوگی
آئیگا پیش داور جب کاروانِ وارثؒ

زاہد کو ہوں مبارک بیت الحرم کے سجدے
بیدمؔ ہمارا سر ہو اور آستانِ وارثؒ

فدا ہے جان تو دل مبتلائے وارثؒ ہے
غرض کہ مجھ میں ہے جو کچھ برائے وارثؒ ہے

وہ دل ہے دل جو ہے آئینہ دارِ حسن و جمال
وہی ہے آنکھ جو محوِ لقائے وارثؒ ہے

زمینِ دیوہ کے آنکھوں سے ذرے چنتا ہوں
کہ دردِ دل کی دوا خاکِ پائے وارثؒ ہے

○

اسی لئے ہے سرِ شوق اپنا وقفِ سجود
کہ ذرّے ذرّے میں دولت سرائے وارثؒ ہے

نہ اتقا، نہ ریاضت، نہ زہد ہے، نہ ورع
متاعِ بیدمِ خستہ عطائے وارثؒ ہے

قدسیوں میں ہے شمارِ خادمانِ وارثی
رشکِ فردوسِ بریں ہے آستانِ وارثی

دل کے ذرّوں کو وہیں لے چل اڑا کر اے صبا
جس جگہ ہو خاکِ پائے عاشقانِ وارثی

عالمِ میثاق میں پی تھی شرابِ معرفت
ہوش میں اب تک نہیں ہیں میکشانِ وارثی

عرصۂ محشر میں بھی ان پر نہیں خوف و ہراس
پھر رہے ہیں جھومتے دیوانگانِ وارثی

دین و ملت سے جدا ہیں یاں کے آئین و طریق
لیجئے دنیائے محبت ہے جہانِ وارثی

پنجتنؑ کے نام کا طغرا ہے خطِ نور میں
دور سے چمکے گا محشر میں نشانِ وارثی

پھر تو بیدمؔ منزلِ مقصود تک پہنچیں گے ہم
بن گئے جب مٹ کے گردِ کاروانِ وارثی

تری سرکار ہے عالی مرے وارثؒ مرے والی
نہ رکھ دامن مرا خالی مرے وارثؒ مرے والی

بلا سے مرنے والوں کے نشانِ قبر مٹ جائیں
کئے جا عشق پامالی مرے وارثؒ مرے والی

مری تسکینِ خاطر کو تصور ہی میں آ جاؤ
میں تنہا، رات ہے کالی مرے وارثؒ مرے والی

ابھی تک نشہ پاتا ہوں میں آنکھوں میں کہ دیکھی ہے
تمھاری آنکھ متوالی، مرے وارثؒ مرے والی

تمنا ہے یہ بیدمؔ کی مری آنکھوں کے حلقے ہوں
تمھارے روضہ کی جالی، مرے وارثؒ مرے والی

○

دل اُڑائے لئے جاتی ہے ہوا دیوے کی
ملتی جلتی ہے مدینہ سے فضا دیوے کی

برہمن کاشی پہ صدقے ہیں تو کعبہ پہ شیوخ
اور ہم خیر مناتے ہیں سدا دیوے کی

میرے ہر ذرے کو پابوسیٔ وارث ہو نصیب
خاک بھی مجھ کو بنائے تو خدا دیوے کی

حشر تک ہوش میں آتا نہیں لیکن ان کا
پی چکے ہیں جو مئے ہوشربا دیوے کی

نکہتِ گیسوئے وارث میں بسی ہے بیدمؔ
بوئے [illegible] سے معطر ہے صبا دیوے کی

○

فضل خدا کا نام ہے فیضان اولیا
فرمانِ کردگار ہے فرمان اولیاؔ

وہ جانتے ہیں کیفیتِ بادۂ الست
جو پی چکے ہیں ساغرِ عرفان اولیاؔ

ہے بخشش خدا کرمِ اولیار کا نام
ظلِ خدا ہے سایۂ دامان اولیاؔ

محبوب اور محب میں یہاں تفرقہ نہیں
واللہ اولیا ہیں محبان اولیاؔ

اے زاہدِ فسردہ اگر شوق خلد ہے
آ دیکھ لے بہارِ گلستان اولیاؔ

ہر دل میں ان کے نور کی پھیلی ہے روشنی
وارثؒ علی ہیں شمعِ شبستان اولیاؔ

شاہی کی جستجو نہ تجمل کی آرزو
بیدمؔ ہے اک غلام غلامان اولیا

تمہید تمنا ہے نہ عنوانِ تمنا
ناکامی ہے اک مطلع دیوانِ تمنا

اک دل تھا سو ہم کر چکے قربانِ تمنا
اب بے سروسامانی ہے سامانِ تمنا

ہاں ہاں یہی دل تھا کبھی ایوانِ تمنا
اب دیکھ رہے ہو جسے زندانِ تمنا

کیا جانے کوئی وسعتِ میدانِ تمنا
عالم بھی ہے اک گوشۂ دامانِ تمنا

اللہ مرے شوق کو رکھے مرے دل میں
لے دے کے یہی ایک تو ہے جانِ تمنا

پنہاں دُرِ یکتا کی طرح تھی یہ صدف میں
نکلی مرے دل سے تو بڑی شانِ تمنا

یارب دلِ مشتاق کا ٹوٹے نہ سہارا
گل ہو نہ کبھی شمع شبستانِ تمنا

لینا خبر اے شوق کہ یہ وقت مدد ہے
چھٹتا ہے مرے ہاتھ سے دامانِ تمنا

کب سے درِ مقصود پہ دم توڑ رہی ہے
کیا ہے کہ نکلتی ہی نہیں جانِ تمنا

سینہ جو ہوا چاک تو ارمان نکل آئے
آزاد ہوئے سارے اسیرانِ تمنا

دردِ دلِ بے تاب ذرا اور ترقی !
ہاں المدد اے خاصۂ خاصانِ تمنا

مہندی نے چرایا کبھی پھولوں نے اڑایا
آخر نہ چھپا خونِ شہیدانِ تمنا

ہر ذرہ مری خاک کا ہے شوق کی دُنیا
ہر قطرہ مرے اشک کا طوفانِ تمنا

یہ آخری ہچکی تھی مریضِ شبِ غم کی
یا ٹوٹا ہے قفلِ درِ زندانِ تمنا

داغِ دلِ بیدم کی چمک ہی نہیں جاتی
بجھتی ہی نہیں شمع شبستانِ تمنا

ترے جلووں کی نیرنگی سے دل ہے منتشر اپنا
ہوا جاتا ہے دھندلا مطلعِ ذوقِ نظر اپنا

تصور کی حدوں سے بڑھ گیا ذوقِ نظر اپنا
کہ دھوکا ہو گیا اکثر تری تصویر پر اپنا

مقامِ عاشقی اے بوالہوس ہے دُور تر اپنا
کہاں یہ منظر پستی کہاں اوجِ نظر اپنا

وہ زلفیں خواب میں ہم دیکھ کر جاگے تو یہ دیکھا
کہ اک تقدیر پر ہے ہاتھ اک زنجیر پر اپنا

بحمداللہ کہ ان کے در پہ نکلی جان سجدے میں
جو ڈوبا بھی تو بیڑا ساحلِ مقصود پر اپنا

جلا کر خرمنِ ہستی کو ان کی دید کر اے دل
تماشا آج تو بھی دیکھ لے گھر پھونک کر اپنا

یہ جب آتے ہیں تو پھر نام جانے کا نہیں لیتے
سمجھ رکھا ہے میرے دل کو ارمانوں نے گھر اپنا

نظر آئیں گی رنگِ حسن میں سو عشق کی شانیں
نکھر کر اور کچھ ہو جائے گا ذوقِ نظر اپنا

جگا دے گا یہی خوابِ لحد سے چٹکیاں لے کر
سلامت ہے اگر اے ہمنشیں دردِ جگر اپنا

فرازِ عرش سے کچھ دور پہنچیں وسعتیں دل کی
بھلا اس تنگنائے دہر میں کیا ہو گزر اپنا

فلک پر ڈھونڈھتے ہیں ہم وہ ایمن پر جھلکتی ہے
یہ معیارِ تجلی ہے وہ معیارِ نظر اپنا

نظر تک ان کی پہنچے کس طرح مکتوب ناکامی
ٹھہر جاتا ہے طوبےٰ تک پہنچ کر نامہ بر اپنا

لبوں پر آخری اک سانس ہے اور شمع بجھتی ہے
نوید اے صبح ناکامی ہے قصہ مختصر اپنا

ضرور اک دن وہ بیدمؔ ہمکنارِ آرزو ہوں گے
ہمیں کیا لینے جانا ہے دعا اپنی اثر اپنا

نہ محرابِ حرم سمجھے نہ جانے طاقِ بت خانہ
جہاں دیکھی تجلی ہو گیا قربان پروانہ

دلِ آزاد کو وحشت نے بخشا ہے وہ کاشانہ
کہ اک در جانبِ کعبہ ہے اک در سوئے بتخانہ

بنائے میکدہ ڈالی جو تو نے پیرِ میخانہ
تو کعبہ ہی رہا کعبہ نہ پھر بت خانہ بت خانہ

کہاں کا طور مشتاقِ لقا وہ آنکھ پیدا کر
کہ ذرہ ذرہ ہو نظارہ گاہِ حسنِ جانانہ

خدا پوری کرے یہ حسرتِ دیدار کی حسرت
کہ دیکھوں اور ترے جلووں کو دیکھوں بے حجابانہ

شکستِ توبہ کی تقریب میں جھک جھک کے ملتے ہیں
کبھی پیمانہ شیشہ سے کبھی شیشہ سے پیمانہ

سجا کر لختِ دل سے کشتیِ چشمِ تمنا کو
چلا ہوں بارگاہِ عشق میں لے کر یہ نذرانہ

کبھی جو پردۂ بے صورتی میں جلوہ فرما تھے
انھیں کو عالمِ صورت میں دیکھا بے حجابانہ

مری دنیا بدل دی جنبشِ ابروئے جاناں نے
کہ اپنا ہی رہا اپنا نہ اب بیگانہ

جلا کر شمع پروانے کو ساری عمر روتی ہے
اور اپنی جان دے کر چین سے سوتا ہے پروانہ

کسی کی محفلِ عشرت میں پیہم دور چلتے ہیں
کسی کی عمر کا لبریز ہونے کو ہے پیمانہ

ہماری زندگی تو مختصر سی اک کہانی تھی
بھلا ہو موت کا جس نے بنا رکھا ہے افسانہ

یہ لفظِ سالک و مجذوب کی ہے شرح اے بیدم
کہ اک ہشیار ختم المرسلین اور ایک دیوانہ

مرے دردِ نہاں کا حال محتاجِ بیاں کیوں ہو
جو لفظوں کا ہو مجموعہ وہ میری داستاں کیوں ہو

پہنچ کر خونِ دل آنکھوں تک اشکوں میں نہاں کیوں ہو
الٰہی حاصلِ دردِ محبت رائیگاں کیوں ہو

لحد پر آکے میری خاک سے دامن کشاں کیوں ہو
نہیں معلوم تم اس درجہ مجھ سے بدگماں کیوں ہو

ترا جلوہ جو ہستی ہے تو پھر قیدِ نظر کیسی
مری ہستی جو پردہ ہے تو یہ بھی درمیاں کیوں ہو

مٹا دو شوق سے آکر مٹا دو میری تربت کو
جو تم پر مر مٹا ہو اس کا اتنا بھی نشاں کیوں ہو

ترے قدموں پہ سر ہے سامنے تو ہے تصور میں
مرا نقشِ جبیں پھر بارِ سنگِ آستاں کیوں ہو

مجھے پامال بھی کرتے ہیں اندازِ تغافل سے
مجھی سے پوچھتے بھی ہیں کہ سرگرمِ فغاں کیوں ہو

بہارِ عارضِ گلگوں کا جلوہ ہے نگاہوں میں
خزاں ناآشنا ہوں میں مجھے خوفِ خزاں کیوں ہو

کہاں ایماں کس کا کفر اور دیر و حرم کیسے
ترے ہوتے ہوئے اے جاں خیالِ دو جہاں کیوں ہو

نئی دنیا بنا دی لذتِ ذوقِ اسیری نے
قفس کے رہنے والوں کو خیالِ آشیاں کیوں ہو

ترے تیروں نے بیدمؔ کو حیات جاوداں بخشی
حیات جاوداں کا نام مرگِ ناگہاں کیوں ہو

○

مرے ہوتے ہوئے کوئی شریک امتحاں کیوں ہو
ترا دردِ محبت بھی نصیب دشمناں کیوں ہو

جو منزل تک پہنچنا ہے تو گردِ کارواں کیوں ہو
جو گردِ کارواں بھی ہو تو گردِ رائیگاں کیوں ہو

وہی بزمِ تجلّی ہے وہی نغموں کی بے تابی
ابھی سنتے ہیں ہم خاموش سازِ کن فکاں کیوں ہو

مرا ہستی و عدم جب پاک ہے حدِّ تعیّن سے
تو پھر تیرے لئے قیدِ مکان و لامکاں کیوں ہو

خیالِ وصلِ جاناں طالعِ بیدار دشمن ہے
میری آنکھوں تک آتے آتے وہ خوابِ گراں کیوں ہو

میری آنکھوں سے پردہ ہے جو دل میں رہنے والوں کو
تخیّل موجزن کیوں ہو تصوّر ضوفشاں کیوں ہو

اگر میں ہوں تو پھر تم کیا، تمھاری جستجو کیسی
نہیں ہوں میں تو مجھ پر میرے ہونے کا گماں کیوں ہو

وہ شیدا حسنِ صورت پر، فدائے حسنِ معنیٰ ہم
فسانہ قیس کا بیدمؔ ہماری داستاں کیوں ہو

یہ نہیں معلوم کوئی زینتِ آغوش ہے
بے نیازِ ہوش کتنا بے نیازِ ہوش ہے

عرضِ حالِ دل کا اس کی بزم میں اک جوش ہے
دفترِ صد آرزو گویا لبِ خاموش ہے

ساقی آنکھوں میں تری وہ بادۂ سرجوش ہے
اک نظر میں مے کدہ کا مے کدہ بے ہوش ہے

روزِ وصلِ یار ہے کیسی قیامت حشر کیا
ذرہ ذرہ آج پھیلائے ہوئے آغوش ہے

ایسے کھوئے ہیں کہ اپنا ہے نہ بیگانے کا ہوش
فکرِ فردا ہے نہ مستوں کو خیالِ دوش ہے

جلوہ گاہِ ناز کے پردوں کا اٹھنا یاد ہے
پھر ہوا کیا اور دیکھا یہ کس کو ہوش ہے

عرصۂ محشر میں اک طوفان برپا کر دیا
قطرۂ خونِ دلِ عاشق میں کتنا جوش ہے

وہ کہیں پچھلے پہر آئیں گے بہرِ فاتحہ
شام ہی سے آج تو شمعِ لحد خاموش ہے

ان کے رخ سے پردہ اٹھ جائے تو پھر معلوم ہو
کس کو کتنی بے خودی ہے کس کو کتنا جوش ہے

ایک بیدم ہی نہیں تیار مرنے کے لئے
جو ترے کوچہ میں ہے اپنے جاں کفن بردوش ہے

کاش مری جبین شوق سجدوں سے سرفراز ہو
یار کی خاکِ آستاں تاجِ سرِ نیاز ہو

ہم کو بھی پائمال کر عمر تری دراز ہو
مستِ خرامِ ناز ادھر مشقِ خرامِ ناز ہو

بچشمِ حقیقت آشنا دیکھے جو حسن کی کتاب
دفترِ صد حدیثِ راز ہر ورق مجاز ہو

سامنے روئے یار ہو سجدہ میں ہو سرِ نیاز
یونہی حریمِ ناز میں اٹھوں پھر نماز ہو

اس کے حریمِ ناز میں عقل و خرد کو دخل کیا
جس کی گلی کی خاک کا ذرہ جہاں راز ہو

تیری گلی میں پا کے جا جائے کہاں ترا گدا
کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو

بیدمؔ خستہ ہجر میں بن گئی جانِ زار پر
جس نے دیا ہے دردِ دل کاش وہ چارہ ساز ہو

○

میں اور حسنِ یار کا جلوہ لئے ہوئے
ذرہ ہے دلفریبیٔ دنیا لئے ہوئے

ویران دل کا آنکھوں میں نقشہ لئے ہوئے
صحرا میں پھر رہا ہوں میں صحرا لئے ہوئے

دردِ فراق، زخمِ جگر، داغ ہائے دل
آیا ہوں ان کی بزم سے کیا کیا لئے ہوئے

کیونکر کروں نہ سجدہ رہ کوئے یار میں
ہر ذرہ ہے تجلیٔ کعبہ لئے ہوئے

بت خانے سے غرض ہے نہ مسجد سے واسطہ — پھرتی ہے مجھ کو تیری تمنا لئے ہوئے
جس شاخ پر چمن میں بنایا تھا آشیاں — بجلی گری اسی کا سہارا لئے ہوئے
آنکھوں میں پھر رہا ہے جمال میرِ دوست — غش ہیں کلیم برق تجلی لئے ہوئے

دنیا سے بے نیاز زمانہ سے بے خبر
بیدم ہے تیرا تیری تمنا لئے ہوئے

○

کاش سمجھے مرا سوزِ غمِ پنہاں کوئی — گل کرے آکے چراغِ تہِ داماں کوئی
زلزلوں سے نہ لحد کے ہو پریشاں کوئی — ڈال دے قبر پہ خاکِ درِ جاناں کوئی
اس سے ہم کہتے ہیں ملتا ہے جو انساں کوئی — کہ تری شکل میں پنہاں ہے مری جاں کوئی
اللہ اللہ رے مرے غم کدۂ دل کی بہار — آج اسی اجڑے ہوئے گھر میں ہے مہماں کوئی
حشر کے دن کی درازی کا بھرم کھل جائے — دیکھ لے آکے جو طولِ شبِ ہجراں کوئی
داغ ہائے غمِ جاناں سے ہے سینہ گلزار — باغِ عالم میں ہے فردوس بداماں کوئی
ناوک انداز تجھے اپنی اداؤں کی قسم — ترکشِ ناز میں رہ جائے نہ پیکاں کوئی
ذرہ ذرہ ہے رہِ عشق کا صحرائے جنوں — دشتِ مجنوں ہے بیاباں میں بیاباں کوئی
لاکھوں آزادیاں اس ایک اسیری پہ نثار — آئے پہچانے کو جب تا درِ زنداں کوئی
شانِ رحمت کے لئے حیلۂ بخشش مل جائے — بات اتنی ہے کہ ہو جائے پشیماں کوئی

پردۂ ہستیٔ موہوم اٹھا دے بیدم
دیکھے پھر تیری طرح جلوۂ جاناں کوئی

○

میری تربت پہ ہے انگشت بدنداں کوئی
خاک میں مجھ کو ملا کر ہے پشیماں کوئی

رشک عیسیٰ ہو کوئی فخر سلیماں کوئی
ہو کے دیکھے تو گدائے درِ جاناں کوئی

اب نہ وہ شور سلاسل ہے نہ آہوں کی صدا
لے گیا ساتھ ہی سب رونقِ زنداں کوئی

مشعلِ راہ وفا ہے مرا ذرہ ذرہ
کیوں میری خاک پہ کرتا ہے چراغاں کوئی

ان کے چہرے سے نقاب اٹھتے ہی دنیا بدلی
کوئی دامن ہے سلامت نہ گریباں کوئی

ہے جبیں سائی سنگِ درِ جاناں جو نصیب
آج کل اپنے مقدر پہ ہے نازاں کوئی

پھر چلا کعبہ سے میں دیرِ بتاں کو بیدم
نہ ہوا ہو گا مری طرح پشیماں کوئی

○

ہتھیلی پہ لئے سر عشق کے دربار میں آیا
میں جس سرکار کا بندہ تھا اس سرکار میں آیا

یہ کیفیت کہاں دیر و حرم کی سجدہ گاہوں میں
جو لطفِ جبہہ سائی آستانِ یار میں آیا

نشیمن ہے نہ وہ گل ہیں نہ شاخِ آشیاں باقی
قفس سے چھوٹ کر ناحق ہی میں گلزار میں آیا

غمِ ناکامیٔ قسمت کی دنیا سے شکایت کیا
وہی بہتر ہے جو بیدم مزاجِ یار میں آیا

○

قسمت کھلی ہے آج ہمارے مزار کی
چادر پڑی ہے گوشۂ دامان یار کی

کیسا فشار کیسی اذیت فشار کی
لذت ملی ہے قبر میں آغوشِ یار کی

وحشت یہ کہہ رہی ہے دلِ بیقرار کی
پھر خاک چھاننی ہے ہمیں کوئے یار کی

کوچے میں تیرے دوشِ صبا پر سوار ہے
کس اوج پر ہے خاک ترے خاکسار کی

دل بھی گیا جگر بھی گیا جان بھی چلی
اچھی گھڑی سے آرزوئے وصلِ یار کی

در پر جگہ نہ دامنِ دلدار پر قرار
مٹی خراب ہے مرے مشتِ غبار کی

نیرنگیٔ زمانہ سے دل سیر ہو گیا
اب غم خزاں کا ہے نہ خوشی ہے بہار کی

عبرت سے شیب و شباب پہ میرے نظر کرو
تصویر ہوں میں گردشِ لیل و نہار کی

لاؤ میں شام ہی سے نہ کچھ کھا کے سو رہوں
دیکھی ہے صبح کس نے شبِ انتظار کی

وہ جیتے جی تو بہرِ عیادت نہ آ سکے
اب آ رہے ہیں خاک اڑانے مزار کی

ناپائیدار ہستیٔ ناپائیدار ہے
ہستی ہی کیا ہے ہستیٔ ناپائیدار کی

بیدم نہ اپنا نخلِ تمنا ہرا ہوا
آئی بھی اور گذر بھی گئی رت بہار کی

○

چومی رکاب اٹھ کے کسی شہسوار کی
ہمت تو دیکھئے مرے مشتِ غبار کی

ہر شے میں دیکھتا ہوں جھلک حسنِ یار کی
مشتاق کو تمیز نہیں نور و نار کی

اے اضطراب پردۂ رازِ نہاں نہ کھول
تجھ کو قسم ہے گوشۂ دامان یار کی

بجلی کی طرح مجھ کو تڑپنے سے کام ہے
تصویر ہوں میں اپنے دلِ بے قرار کی

بادِ صبا مٹاتی ہے میرے مزار کو
مٹتی ہے یادگار ترے یادگار کی

اچھا ہوا کہ حسرت و ارمان مٹ گئے اب چین سے کٹے گی دلِ بے قرار کی

بیدم جہاں میں صبح قیامت ہے جس کا نام
شاید وہی سحر ہے شبِ انتظار کی

○

دلِ وحشی مرا شیدا ہے زلفِ عنبریں ہو کر
چلا ہے نجد کو مجنوں کا سجادہ نشیں ہو کر

کسی کی سرکشی تیرے مقابل چل نہیں سکتی
رہے گا آسماں بھی تیرے کوچہ کی زمیں ہو کر

بُرا ہو ناامیدی کا اسے بھی لے چلی دل سے
خیالِ وصل جو برسوں رہا تھا دل نشیں ہو کر

ترے دامن نے برسوں شرم رکھی میرے زخموں کی
تو کیا آنسو نہ پوچھے گی یہ تیری آستیں ہو کر

کہو اب کیا علاج اس میری برگشتہ نصیبی کا
کہ جب ہاں بھی کسی کے لب تک آتی ہے نہیں ہو کر

ہماری خاک ہوتی یار کے نقش قدم ہوتے
ہم اس کوچہ میں رہتے کاش پیوند زمیں ہو کر

یہ محرومیٔ قسمت ہے کہ ان کے وصل کی حسرت
رہی آنکھوں ہی آنکھوں میں نگاہ واپسیں ہو کر

کوئی روتے کسی کی بے نیازی کو غرض کیا ہے
کسی کے اشک کیوں پونچھے کسی کی آستیں ہو کر

مرے ہی خرمنِ ہستی کو پھونکا اس نے اے بیدمؔ
بچایا غیر کا گھر میری آہِ آتشیں ہو کر

○

دل کو میرے جلوہ گاہِ روئے روشن کر دیا
رشکِ جنت یار نے صحرائے ایمن کر دیا

تو نے کافر مجھ کو اے ایماں کے دشمن کر دیا
کعبۂ دل کو مرے دیرِ برہمن کر دیا

اب بآسانی نکل جائیں گی اپنی حسرتیں
یار کے تیرِ نظر نے دل میں روزن کر دیا

وسعتِ شوقِ لقا کیا پوچھتے ہو اے کلیمؔ
جس نے ہر ذرّہ مجھے وادیِ ایمن کر دیا

دشمنی سرکار کی کیا جانے کیا ڈھاتی ستم
دوستی نے آپ کی دنیا کو دشمن کر دیا

جوشِ وحشت کیا کیا یہ کیا کیا دستِ جنوں
جامۂ ہستی کا میرے چاک دامن کر دیا

واہ ری قسمت جو دل کل تک تھا اس کی جلوہ گاہ
آج اس کو حسرت و ارماں کا مسکن کر دیا

عشق پروانہ سے ہے بیدمؔ فروغِ شمعِ حسن
میری بدنامی نے ان کا نام روشن کر دیا

○

طور والے تری تنویر لئے بیٹھے ہیں
ہم تجھی کو بتِ بے پیر لئے بیٹھے ہیں

جگر و دل کی نہ پوچھو جگر و دل میرے
نگہِ ناز کے دو تیر لئے بیٹھے ہیں

ان کے گیسو دلِ عشاق پھنسانے کے لئے
جا بجا حلقۂ زنجیر لئے بیٹھے ہیں

اے تری شان کہ قطروں میں ہے دریا جاری
ذرّے خورشید کی تنویر لئے بیٹھے ہیں

پھر وہ کیا چیز ہے جو دل میں اتر جاتی ہے
تیغ پاس ان کے نہ وہ تیر لئے بیٹھے ہیں

مے عشرت سے بھرے جاتے ہیں اغیار کے جام
ہم تہی کاسۂ تقدیر لئے بیٹھے ہیں

کشورِ عشق میں محتاج کہاں ہیں بیدمؔ
قیس و فرہاد کی جاگیر لئے بیٹھے ہیں

○

بھر دیا دامنِ مراد رخ سے نقاب اٹھا دیا
جتنی تھی آرزو مجھے اس سے کہیں سوا دیا

کیا کہیں اس نگاہ نے کیا لیا اور کیا دیا
ہم نے جو کچھ لیا لیا اس نے جو کچھ دیا دیا

اپنے مریضِ ہجر کا خوب علاج کر گئے
سینہ پہ رکھ کے دستِ ناز دردِ جگر بڑھا دیا

میری فغاں سے بارہا آیا زمیں پہ زلزلہ
جب کبھی دل سے آہ کی عرشِ بریں ہلا دیا

مجھ کو مٹا کے یار نے قبر بھی دی مری مٹا
نام وفا کے ساتھ ساتھ نقشِ وفا مٹا دیا

صورتِ شمعِ بزم ہوں میری فنا بقا ہی کیا
شام ہوئی جلا دیا صبح ہوئی بجھا دیا

بیدمؔ زار کی اگر آہ کا واں نہیں اثر
پھر کہو خواب ناز سے کس نے انھیں جگا دیا

○

محمل کے قریب رہ کر مجنوں تو رہے محروم
اور دید سے لیلیٰ کی پردوں کا کھلے مقسوم

لپٹا کے کلیجے سے ہم رو ہی لیا کرتے
اے کاش کہیں ملتے ارمانِ دلِ مرحوم

دل آنا ہے دل جانا الفت نہیں آفت ہے
ہاں تم اسے کیا سمجھو ہاں ہاں تمھیں کیا معلوم

دن آیا تو بے تابی رات آئی تو بے خوابی
جب دل کی یہ حالت ہے خیریتِ جاں معلوم

کہنے کو تو ہم دو ہیں پر فرد ہیں عالم میں
تم سا نہ کوئی ظالم ہم سا نہ کوئی مظلوم

اسرارِ محبت کو سمجھے کہ نہ کچھ سمجھے
اتنا ہی ہوا معلوم کچھ بھی نہ ہوا معلوم

یہ نیچی نظر والے اک فتنۂ محشر ہیں
کہنے کو بڑے بھولے بے چارے بڑے معصوم

پژمردہ نہ ہوں کیا ہوں ہم مردہ نہ ہوں کیا ہوں
ہاں زندہ تھے زندہ تھا جب اپنا دلِ مرحوم

بیدمؔ یہ محبت ہے یا کوئی مصیبت ہے
جب دیکھئے افسردہ جب دیکھئے جب مغموم

○

پہلو میں دل ہے دل میں تمنائے یار ہے
آئینہ ہے جہاں وہیں آئینہ دار ہے

چکر میں ہے سوار جو اس پر سوار ہے
کیا تیز گام ابلقِ لیل و نہار ہے

آہٹ پہ کان در پہ نظر بار بار ہے
کچھ خیر تو ہے کس کا تمھیں انتظار ہے

اک میں کہ مجھ سے سارے زمانے کو اختلاف
اک تم کہ تم پہ ساری خدائی نثار ہے

تم شوق سے جفا کئے جاؤ ستم کرو — یہ کس نے کہہ دیا کہ مجھے ناگوار ہے
یوں جا رہا ہوں داورِ محشر کے سامنے — سینہ پہ ہاتھ ہاتھ میں تصویرِ یار ہے
دامن کسی کا چھوتے ہی معراج ہو گئی — مشتِ غبار دوشِ ہوا پر سوار ہے
جھگڑا چکائیں جان ہی دے دیں فراق میں — ہونا تو ایک دن یہی انجام کار ہے
کس کو سنا رہی ہے صبا مژدۂ بہار — ہم کیا کریں جو آمدِ فصلِ بہار ہے
نیرنگِ روزگار پہ کس کی نظر نہیں — ہر آنکھ اک مرقعِ لیل و نہار ہے

بیدمؔ ملے جو مجمعِ احبابِ دل نواز
پھر تو خزاں بھی ہو تو ہماری بہار ہے

گھونگھٹ اس رخ سے گر جدا ہو جائے — پھر خدا جانے کیا سے کیا ہو جائے
جاں تم پر مری فدا ہو جائے — دل لگانے کا حق ادا ہو جائے
کام کر جائے ان کی پہلی نظر — ابتدا ہی میں انتہا ہو جائے
تم اگر زہر بھی مجھے دے دو — دردِ دل کی مری دوا ہو جائے
کھینچے تو کھینچیں دل سے آہ کوئی — کھینچے تو حشر ابھی بپا ہو جائے
ان کے در پر مروں میں سجدے میں — عمر بھر کی قضا ادا ہو جائے
اک مری جان کے ہیں سو جھگڑے — فیصلہ کر دو فیصلا ہو جائے
آپ اور پاسِ قول، نا ممکن — آپ کا وعدہ اور وفا ہو جائے

بس بھلائی اسی میں ہے بیدمؔ
غیر سے ان کا دل بُرا ہو جائے

اس کو دنیا اور نہ عقبیٰ چاہیئے — قیس لیلیٰ کا ہے لیلیٰ چاہیئے

اب جو کچھ کرنا ہے کرنا چاہیئے — آج ہی سے فکرِ فردا چاہیئے

ان بتوں سے دل لگانے کے لئے — سچ ہے پتھر کا کلیجا چاہیئے

دیکھنا ان کا تو قسمت میں نہیں — دیکھنے والے کو دیکھا چاہیئے

وہ نہیں آئے تو وعدہ پر نہ آئیں — اے اجل تجھ کو تو آنا چاہیئے

مجھ سے نفرت ہے تو نفرت ہی سہی — چاہیئے غیروں کو اچھا چاہیئے

خلد والوں کو دکھانے کے لئے — اک ترے کوچہ کا نقشا چاہیئے

آ کے اب جاتا کہاں ہے نیرِ ناز — تجھ کو میرے دل میں رہنا چاہیئے

توڑ کر بیدمؔ بت پندار کو
دیر کو کعبہ بنانا چاہیئے

ساتھ دے کون ترے عشق میں وحشت کے سوا — کوئی ٹھہرے تو کہاں کنج ملامت کے سوا

ہجر کی راتوں کے جاگے جو لحد میں سوئے — کون اٹھائے گا انھیں شور قیامت کے سوا

یہی تقوےٰ ہے یہی زہد یہی حسنِ عمل — کوئی سرمایہ نہیں تیری محبت کے سوا

بے خبر بھی ہوں میں اس حسن سے خود رفتہ بھی — اور عالم بھی ہے اک عالم حیرت کے سوا

وائے ناکامی قسمت کہ وہ فرماتے ہیں — اور باتیں کرو اظہارِ محبت کے سوا

عرصۂ حشر میں ہے شور کہ وہ آتے ہیں — یہ تو اک اور قیامت ہے قیامت کے سوا

اس قدر مشق تصور ہو مری آنکھوں کو — کہ نظر آئے نہ کچھ یار کی صورت کے سوا

ہے یہی میکدۂ پیرِ مغاں کی تعلیم — شغل کوئی نہیں شغلِ مے الفت کے سوا

برہمن دیر کو کعبہ کو گئے حضرت شیخ ہم کہاں جائیں گے تیرے در دولت کے سوا

رنج و غم یاس و قلق حسرت و حرمان و الم سب گوارا ہیں مجھے اک تری فرقت کے سوا

شوق سے آتش فرقت جگر و دل کو جلا پھونک دے پھونک دے سب اس کی محبت کے سوا

شیخ کی باتوں میں بیدم مرا جی کیا بہلے
اس کو آتا نہیں کچھ دوزخ و جنت کے سوا

بیگانگیٔ دل کے افسانے کو کیا کہئے اپنا نہ ہوا اپنا بیگانے کو کیا کہئے

جب دونوں ہی روشن ہیں اک تیری تجلی سے پھر کعبہ تو کعبہ ہے بت خانے کو کیا کہئے

ان مست نگاہوں کی تاثیر معاذ اللہ گردش میں زمانہ ہے پیمانے کو کیا کہئے

اے مشعل بزم دل و اے شمع حریم جاں سب تجھ پہ تصدق ہیں پروانے کو کیا کہئے

آتے ہیں ستانے کو جاتے ہیں رلانے کو اس آنے کو کیا کہئے اس جانے کو کیا کہئے

فرقت میں جدھر دیکھو وحشت ہی برستی ہے جب گھر کا یہ عالم ہے ویرانے کو کیا کہئے

وہ رو کے مرا بیدم دامن سے لپٹ جانا
اور ان کا یہ فرمانا دیوانے کو کیا کہئے

سورج کی کرن یا کاہکشاں یا عقد ثریا سہرا ہے

اک نور کا پتلا دولہا ہے اک نور سراپا سہرا ہے

بہتر، برتر، افضل، اعلیٰ محبوب دل آرا سہرا ہے

دنیا کی نگاہیں کیوں نہ پڑیں دنیا سے نرالا سہرا ہے

سہرے کی چمک مکھڑے کی دمک تزہت نگہت کے پردے میں
سہرے میں دمکتا ہے مکھڑا مکھڑے پہ چمکتا سہرا ہے
طرہ پُرپیچ اور عمامہ، بدھی، مہدی گنگنا، غازہ
دولہا ہے مرصع سرتاپا ایسا ہی اس کا سہرا ہے
بیدمؔ اسے گوندھ کے لایا ہے گلہائے مضامین چن چن کر
پھولوں کا نہیں موتی کا نہیں گلہائے سخن کا سہرا ہے

○

ان کے ناوک آکے سینہ میں مرے کیا دیکھئے
دل کے ہر گوشہ میں ارمانوں کی دنیا دیکھئے
لطف تو جب تھا کہ ہم تو دیکھتے ان کا جمال
اور ہماری بے خودی کا وہ تماشا دیکھئے
باغ میں چھپ چھپ کے جانے کا نتیجہ مل گیا
کتنے شرماتے وہ جب نرگس کو دیکھا دیکھئے
طالع بیدار دکھلاتا تری صورت تو ہم
دیدۂ یعقوب سے خواب زلیخا دیکھئے
اشک حسرت کی فراوانی بھی اک طوفان ہے
یوں تو قطرہ ہے جو بہہ جاتا تو دریا دیکھئے
جوشش وحشت میں دکھاتے ہمت دست جنوں
ہم اگر کچھ وسعت دامان صحرا دیکھئے

قافلے پہنچے ہزاروں منزلِ مقصود تک
ہم اکیلے رہ گئے نقشِ کفِ پا دیکھتے

دیدۂ گل کے واسطے بلبل کی آنکھیں چاہیئے
قیس کی آنکھوں سے بیدمؔ حسنِ لیلےٰ دیکھتے

○

غمزہ پیکان ہوا جاتا ہے   دل کا ارمان ہوا جاتا ہے
دیکھ کر الجھی ہوئی زلف ان کی   دل پریشان ہوا جاتا ہے
تیری وحشت کی بدولت لئے دل   گھر بیابان ہوا جاتا ہے
سازو ساماں کا نہ ہونا ہی مجھے   سازو سامان ہوا جاتا ہے
مشکل آسان ہوئی جاتی ہے   کیوں پریشان ہوا جاتا ہے
دل سے جاتے ہیں مرے صبر و قرار   گھر یہ ویران ہوا جاتا ہے

دل کی رگ رگ میں سما کر بیدمؔ
درد تو جان ہوا جاتا ہے

○

اپنی ہستی کا اگر حسن نمایاں ہو جائے   آدمی کثرتِ انوار سے حیراں ہو جائے
تم جو چاہو تو مرے درد کا درماں ہو جائے   ورنہ مشکل ہے کہ مشکل مری آساں ہو جائے
او نمک پاش تجھے اپنی ملاحت کی قسم!   بات تو جب ہے کہ ہر زخم نمک داں ہو جائے
دینے والے تجھے دینا ہے تو اتنا دے دے   کہ مجھے شکوۂ کوتاہیِ داماں ہو جائے

اس سیہ بخت کی راتیں بھی کوئی راتیں ہیں
خواب راحت بھی جسے خواب پریشاں ہو جائے

خواب میں بھی نظر آ جائیں جو آثار بہار
بڑھ کے دامن سے ہم آغوش گریباں ہو جائے

سینۂ شبلی و منصور تو پھونکا تو نے !
اس طرف بھی کرم اے جنبش داماں ہو جائے

آخری سانس بنے زمزمہ ہو اپنا
سازِ مضراب فنا تارِ رگ جاں ہو جائے

تو جو اسرار حقیقت کہیں ظاہر کر دے
ابھی بیدمؔ رسن و دار کا ساماں ہو جائے

○

ذرے ذرے سے ترا حسن نمایاں ہو جائے
اس کی پرواہ نہیں نظارہ پریشاں ہو جائے

جی بہلنے کا جنوں میں کوئی ساماں ہو جائے
گھر بیاباں میں ہو یا گھر میں بیاباں ہو جائے

دل وہی دل ہے جو خاکِ رہ محبوب بنے
جان وہ جان ہے جو یار پہ قرباں ہو جائے

زاہد اس کو کہیں جانے کی ضرورت کیا ہے
کعبہ جس کے لیے سنگ درِ جاناں ہو جائے

اسی امید پہ ہم خاکِ درِ یار ہوئے
کہ رسائی کہیں تا گوشۂ داماں ہو جائے

ایک دم میں حرم و دیر کے جھگڑے مٹ جائیں
یار کا حسن جو بے پردہ نمایاں ہو جائے

ترے قبضہ میں ہے جب تک ہی تری تیغ ہے تیغ
میرے سر تک جو پہنچ جائے تو احساں ہو جائے

یا تو پہنچا دے گلستاں میں قفس کو صیاد
یا یہی کنج قفس صحن گلستاں ہو جائے

یہ بھی اک معجزۂ وحشتِ دل ہے بیدمؔ
کہ مری خاک کا ہر ذرّہ بیاباں ہو جائے

○

جنابِ وارث آلِ عبا کی چادر ہے
حضور خواجۂ گلگوں قبا کی چادر ہے

امیرِ شہرِ ولایت، کریم ابن کریم
تمام خلق کے حاجت روا کی چادر ہے

نبی کے لال کی مولا علیؓ کے جانی کی
یہ یادگارِ شہ کربلا کی چادر ہے

گدا نواز، سخی دستگیرِ مظلوماں
غریب پرور و مشکل کشا کی چادر ہے

ملے گا حسن کا صدقہ غریب بیدمؔ کو
جمیلِ حسن جمالِ خدا کی چادر ہے

○

یوں گلشنِ ہستی کی مالی نے بنا ڈالی
پھولوں سے جدا کلیاں کلیوں سے جدا ڈالی

سر رکھے ہتھیلی پہ اور لختِ جگر چن کر
سرکار میں لائے ہیں ارباب وفا ڈالی

رویا کہوں میں اس کو یا مژدۂ بیداری
غل ہے کہ نقاب اس نے چہرے سے اٹھا ڈالی

اللہ رے تصور کی نقاشی و نیرنگی
جب بن گئی اک صورت اک شکل مٹا ڈالی

ساقی نے ستم ڈھایا برسات میں ترسایا — جب فصلِ بہار آئی دوکان اٹھا ڈالی
خونِ دلِ عاشق کے اس قطرہ کا کیا کہنا — دنیائے وفا جس نے رنگین بنا ڈالی
بیدمؔ ترے گریہ نے طوفان اٹھا ڈالے
اور نالوں نے دنیا کی بنیاد ہلا ڈالی

○

قلبِ مضطر سے سنی جب داستانِ آرزو — بجلیاں کرنے لگیں شرحِ بیانِ آرزو
کس قدر پُر درد ہے میرا بیانِ آرزو — رو دیا جو سننے بیٹھا داستانِ آرزو
کیوں نہ پھر حسن کے ہر گل چاک پیراہن کرے — لے اڑی بلبل مرا طرزِ بیانِ آرزو
رعبِ حسنِ یار سے محفل میں ہم خاموش ہیں — دیدۂ حیرت زدہ ہے ترجمانِ آرزو
کل زمین آرزو تھی رشکِ چرخِ ہفتمیں — فرشِ پا انداز ہے اب آسمانِ آرزو
سن لیا اس نے جو کچھ ہم نے دمِ آخر کہا — تھی نگاہِ واپسیں گویا زبانِ آرزو
اے دلِ مضطر ترے دم تک ہے بیدمؔ کی حیات
تو مٹا تو مٹ گیا نام و نشانِ آرزو

○

تیغ کھینچی اس نے اور تیور بدل کر رہ گیا
آج بھی شوقِ شہادت ہاتھ مل کر رہ گیا
نزع میں بیمارِ غم کروٹ بدل کر رہ گیا
جب کہا اس نے سنبھل سنبھلا سنبھل کر رہ گیا

سیلِ اشک آنکھوں سے نکلا خون دل کے ساتھ ساتھ
ان کے دامن پر پڑا مچلا مچل کر رہ گیا

میرے آغوشِ تصور سے نکلنا ہے محال
اب خیالِ یار تو سانچے میں ڈھل کر رہ گیا

آتشِ رشک و حسد سے سنگ بھی خالی نہیں
دید موسےٰ کو ہوئی اور طور جل کر رہ گیا

اک ہمارا دل کہ محوِ لذتِ دیدار شمع
ایک پروانہ کو دیکھا اور جل کر رہ گیا

رازِ دل کا پردہ رکھا رعبِ حسنِ یار نے
حرفِ مطلب منہ سے نکلا اور جل کر رہ گیا

یادِ جاناں میں تری شعلہ مزاجی کے نثار
دل میں جو کچھ تھا سوا تیرے وہ جل کر رہ گیا

جاں نثاروں کا تھا آج اس درجہ مقتل میں ہجوم
خنجرِ قاتل بھی دو اک ہاتھ چل کر رہ گیا

سوز و سازِ عشق کا انجام بیدم دیکھ لو
شمع ٹھنڈی ہو گئی پروانہ جل کر رہ گیا

○

کہہ رہا ہے ضعف اپنے نالۂ شب گیر کا
کوئی اتنا ہو کہ دامن تھام لے تاثیر کا

پہلے عاشق کو بناتے ہیں نشانہ تیر کا
یوں پرکھ لیتے ہیں وہ کھوٹا کھرا تقدیر کا

ٹوٹ کر جو دل میں رہ جاتا ہے ٹکڑا تیر کا
بس وہی ٹکڑا ہے ٹکڑا قسمتِ نخچیر کا

المدد اے جذبِ دل اب لاج تیرے ہاتھ ہے
امتحاں ہے آج میری آہ بے تاثیر کا

دل تو دل ہے جان بھی مانگے تو میں حاضر کروں
یہ نہیں ممکن کہ دل توڑوں تمہارے تیر کا

ہے نقابِ صورتِ موہوم میری بے خودی
میری عریانی ہے پیراہن مری تصویر کا

شوخیاں نالوں کی ہم نے دیکھ لیں بس دیکھ لیں
دردِ دل اٹھ تو ہی دامن تھام لے تاثیر کا

اے تری قدرت کے صدقے تیری صنعت کے نثار
خاک کا پتلا بنے خاکہ تری تصویر کا

دیدۂ مشتاق کی اللہ رے محرومیاں
اٹھ گیا گھونگھٹ تو پردہ پڑ گیا تنویر کا

ناتوانی سے مرے رنگِ پریدہ کی طرح
کھنچتے کھنچتے اڑ گیا خاکہ مری تصویر کا

ہو محبت میں نہ کیوں زنداں کی پابندی عزیز
سلسلہ ملتا ہے زلفِ یار سے زنجیر کا

کچھ نہ پوچھو ذرہ ہائے کوئے جاناں کی چمک
سامنا کرتے ہیں برقِ طور کی تنویر کا

میں بھی ہوں قاتل بھی ہے خنجر بھی ہے مقتل بھی ہے
آج بیدمؔ فیصلہ ہوگا مری تقدیر کا

خیال میں بھی وہ گل ہم سے ہمکنار نہیں
بہار ہو گی ہمارے لئے بہار نہیں

یہ سینہ داغوں سے کب رشکِ لالہ زار نہیں
تم آ کے دیکھو تو کس دن یہاں بہار نہیں

وہی بھلے ہیں جو مے خانے میں خراب ہوئے
وہ ہوشیار ہیں ساقی جو ہوشیار نہیں

عجب مزا ہے مرا دل ہے اس طرف بے چین
نگاہِ شوخ کو ان کی ادھر قرار نہیں

یہ کیسی ہوش ربا تھی نگاہ ساقی کی
کہ آج بزم میں کوئی بھی ہوشیار نہیں

یہ آس لائی ہے در پہ ترے کریم! مجھے
کہ یاں کبھی نہیں سنتا امید وار نہیں

یہ کس کی یادِ مژہ کر گئی مجھے بے چین
یہ آج کیوں کسی پہلو مجھے قرار نہیں
مرے سر آنکھوں پہ رسوائیاں محبت کی
ملامتی ہوں ملامت سے مجھ کو عار نہیں
سنا ہی کرتے تھے بیدمؔ پر اب تو دیکھ لیا
کہ بگڑے وقت میں کوئی کسی کا یار نہیں

○

جس جگہ دل ہے وہیں یار کا پیکان بھی ہے
صاحبِ خانہ جہاں ہے وہیں مہمان بھی ہے

یاس و حرماں بھی ہے حسرت بھی ہے ارمان بھی ہے
اتنے سامانوں پہ دل بے سروسامان بھی ہے

میرے سینے میں جہاں دل وہیں پیکان بھی ہے
درد کے ساتھ مرے درد کا درمان بھی ہے

مجھ کو دشوار ہے ملنا ترا آسانی سے
تو جو چاہے تو یہ مشکل مری آسان بھی ہے

خانۂ دل میں جہاں بیٹھ گیا بیٹھ گیا
عجب آرام طلب آپ کا پیکان بھی ہے

پاؤں پھیلیں تو کہاں چادرِ عریانی میں
ہاتھ اٹھیں تو کہاں جائیں گریبان بھی ہے

او کماندار کر اک تیر میں دونوں کا شکار
دل بھی زد پر ہے نشانے پہ مری جان بھی ہے

جس کی اس عالمِ صورت میں ہے رنگ آمیزی
اسی تصویر کا خاکہ تو یہ انسان بھی ہے

میرا لاشہ یونہی بے گور و کفن رہنے دو
ایسے جو مرتے ہیں ان کی یہی پہچان بھی ہے

کیوں نہ متوالا ہو بیدمؔ ترا اے پیرِ مغاں
مستی بادہ ہے کیفِ مے عرفان بھی ہے

○

کعبہ کا شوق ہے نہ صنم خانہ چاہیئے
جانا نہ چاہیئے درِ جانانہ چاہیئے

ساغر کی آرزو ہے نہ پیمانہ چاہیئے
بس اک نگاہِ مرشدِ مے خانہ چاہیئے

حاضر ہیں میرے جیب و گریباں کی دھجیاں
اب اور کیا تجھے دلِ دیوانہ چاہیئے

عاشق نہ ہو تو حُسن کا گھر بے چراغ ہے
لیلیٰ کو قیس شمع کو پروانہ چاہیئے

پروردۂ کرم سے تو زیبا نہیں حجاب
مجھ خانہ زادِ حُسن سے پردا نہ چاہیئے

شکوہ ہے کفر اہلِ محبت کے واسطے
ہر اک جفائے دوست پہ شکرانہ چاہیئے

بادہ کشوں کو دیتے ہیں ساغر یہ پوچھ کر
کس کو زکوٰۃ نرگسِ مستانہ چاہیئے

بیدمؔ نمازِ عشق یہی ہے خدا گواہ
ہر دم تصورِ رُخِ جانانہ چاہیئے

○

جب خیالِ یار کا مسکن مرا سینہ ہوا
سامنے آنکھوں کے اک حیرت کا آئینہ ہوا

وقتِ آخر بامِ مقصد تک مجھے پہنچا دیا
ہچکیوں کا تار میرے واسطے زینہ ہوا

پرتوِ حسن و جمالِ یار سے بعدِ فنا
ذرہ ذرہ خاک کا میری اک آئینہ ہوا

مدتیں گزریں کہ خالی کاسۂ دل تھا مگر
دولتِ دیدار ہاتھ آئی تو گنجینہ ہوا

پیہم آتے ہیں اسی جانب خدنگِ نازِ یار
تودۂ مشقِ ستم گویا مرا سینہ ہوا

یوں تو پہلے بھی تھا دل آئینہ کہنے کے لئے
آپ کو دیکھا تو آئینہ کا آئینہ ہوا

اب قبائے رندیت سے کون بدلے گا اسے
جامۂ زہد و ورع زاہد کا پارینہ ہوا

ایک تھا میں اور تو لیکن یہ حسنِ اتفاق
تو بنا تصویر اور میں تیرا آئینہ ہوا

بیدمؔ ان کے گیسو و رخ کا جو نظارہ کیا
شب شبِ قدر اور دن نوروز آدینہ ہوا

سنانے کو ہیں مبتلائے محبت — سنو تو کہیں ماجرائے محبت
جو دینا تھا تجھ کو خدائے محبت — مجھے موت دیتا بجائے محبت
وہی دن تو دل کی تباہی کا دن تھا — کہ جس دن پڑی تھی بنائے محبت
محبت کے کوچے میں جو مٹ گئے ہیں — ہے زیبا انہیں پر قبائے محبت
مری آنکھ ہے منظرِ حسنِ جاناں — مرا دل ہے خلوت سرائے محبت
کرے دل کیوں نہ سجدے تجھے حسنِ جاناں — میں بندہ ہوں تو ہے خدائے محبت
یہ ہر اک سے ہم پوچھتے پھر رہے ہیں — کوئی جانتا ہے دوائے محبت
شہِ حسن کچھ اپنی خیرات دینا — کہ حاضر ہیں در پر گدائے محبت
ظہورِ محبت بقائے دل و جاں — فنائے دو عالم فنائے محبت

وفا گر کرے زندگی اپنی بیدم
تو تا حشر جھیلوں جفائے محبت

○

تجھ سے پاتے نہیں اے دوست یہ منزل خالی — تو ہی تو ہوتا ہے ہو جاتا ہے جب دل خالی
ننگ ہے جائیں جو در سے ترے سائل خالی — بھر دے کاسہ جو ہو ساقی سرِ محفل خالی
پھر اسی طرح سے ہو زینتِ محمل اے یار — ہم سے دیکھا نہیں جاتا ترا محمل خالی
اشک یوں آنکھوں سے بیگانہ ہوئے وصل کی شب — کشتیاں ہوتی ہیں جیسے لبِ ساحل خالی

فصلِ گل جاتے ہی گلشن ہوا ویراں بیدم
کر گئے اپنے نشیمن کو عنادل خالی

○

صبر آئے کس طرح ترے قول و قرار پر
کیا اعتبار زندگیٔ مستعار پر

طول اس قدر ہوا گلۂ اختصار پر
آخر کو بات ٹل گئی روز شمار پر

آنسو بہا رہے ہیں وہ میرے مزار پر
ابر کرم برستا ہے مشتِ غبار پر

طغرا بنا ہے صنعت پروردگار کا
ہر نقش صفحۂ چمن روزگار پر

مشتاق دید ہوں مجھے جلوہ دکھایئے
بہر خدا نہ ٹالئے روزِ شمار پر

قلب حزیں کے گرد ہیں ارمان اس طرح
پروانے جیسے جمع ہوں شمع مزار پر

واعظ مرے گناہوں پہ تیری نگاہ ہے
میری نظر ہے رحمتِ پروردگار پر

لیجیے نکل کے دیدۂ گریاں سے طفل اشک
مچلے ہوئے ہیں گوشۂ دامان یار پر

پایا ہے میں نے خاک میں مل کر در حبیب
ناحق ہے رشک غیروں کو میرے وقار پر

تم کو ترس نہ آئے تعجب کی بات ہے
دشمن بھی رو رہے ہیں میرے حال زار پر

یاں تک بڑھی کہ روز قیامت سے بڑھ گئی
حیرت ہے مجھ کو طولِ شب انتظار پر

بیدم اگر خزانۂ کونین بھی ملے
صدقے کروں میں دولتِ دیدار یار پر

دل تاک رہی ہے تری دزدیدہ نظر آج
لٹتا ہے مری پیاری تمناؤں کا گھر آج

شاید کہ ہوئی میرے مسیحا کو خبر آج
اب ٹیس ہی دل میں ہے نہ وہ درد جگر آج

دیکھا نگہِ لطف سے اس بت نے ادھر آج
کچھ ہو تو چلا ہے مری آہوں میں اثر آج

گم ہو گئے گم کر گئی ساقی کی نظر آج
پہروں نہیں ہوتی ہمیں آپ اپنی خبر آج

یوں ہی جو ترقی پہ رہا دردِ جگر آج
بیمار ترا دیکھ نہ پائے گا سحر آج

صد شکر یہ دن ترکِ تمنا نے دکھایا
اب ڈھونڈھتا پھرتا ہے دعاؤں کو اثر آج

دشمن بھی ہے اور ہم بھی ہیں مشتاقِ شہادت
اب دیکھیں تری تیغ اِدھر ہو کہ اُدھر آج

کم صبحِ قیامت سے نہیں صبحِ شبِ ہجر
دیتے ہیں خبر حشر کی آثارِ سحر آج

ہو جائے نہ اس بزم میں اظہارِ محبت
لے ڈوبیں نہ مجھ کو یہ کہیں دیدۂ تر آج

دل ہی کو قرار آئے نہ وہ آئیں نہ موت آئے
کٹتی ہے شبِ ہجر نہ ہوتی ہے سحر آج

گلدستۂ تحسین ترا نذرانہ ہے بیدم
گل ہائے فصاحت کا ہے سہرا ترے سر آج

گلزارِ محبت کی فضا میرے لئے ہے
بس خوب یہی آب و ہوا میرے لئے ہے

ہے ہاتھ میں دامن مرے فرزند نبی کا
بوئے چمنِ آل عبا میرے لئے ہے

ہاں شیفتۂ حسن ازل سے ہوں میں تیرا
ہاں ہاں تیری الفت کا مزا میرے لئے ہے

وارث ترا در مجھ سے نہیں چھوٹنے والا
میں تیرا ہوں تو نام خدا میرے لئے ہے

بے ہوش ہوا ہوں نگہِ مست سے تیری
کافی تیرے دامن کی ہوا میرے لئے ہے

تو لاکھ کھینچے مجھ سے نہ چھوڑوں گا میں دامن
کیا اور کوئی تیرے سوا میرے لئے ہے

ہاں ہاں مجھے تو شربت دیدار پلا دے
ہاں ہاں یہی داروئے شفا میرے لئے ہے

زاہد تری قسمت میں کہاں ایسی عبادت
یہ سجدۂ نقش کف پا میرے لئے ہے

میں عشق کے کوچے سے کہیں جا نہیں سکتا
اک مرشد کامل کی دعا میرے لئے ہے

آزادہ روی حصے میں اغیار کے بیدم
پابندی آئین وفا میرے لئے ہے

ہم بھی ہوں یار بھی ہو لطف ملاقات رہے
یہی دن ہوں یہی راتیں یہی برسات رہے

شب کو زندوں میں عجب لطف مساوات رہے
مختلف شکل میں سب ہوں مگر اک ذات رہے

رات دن صحبت اغیار مبارک باشد
آپ دن کو بھی وہیں جائیں جہاں رات رہے

سخت جانی ہے ادھر پاس نزاکت ہے اُدھر
خنجرِ یار کی اللہ کرے بات رہے

کس کے پہلو میں رہے کیسے رہے یہ نہ کہو
مگر اتنا تو بتا دو کہ کہاں رات رہے

عمر سب حلقۂ رنداں میں بسر کی ہم نے
مر کے بھی خاکِ درِ پیرِ خرابات رہے

مئے کدہ تیرا سلامت رہے اور تو ساقی
تا ابد قبلۂ حاجات و مرادات رہے

منہ نہ موڑیں گے محبت میں وفا سے بیدم
جان جاتی رہے کیا غم ہے مگر بات رہے

○

وہ کیا نہیں کرتے ہیں، وہ کیا نہیں کر سکتے
کرتے نہیں، کیا میری دوا کر نہیں سکتے

گرتوں کو اٹھایا، کبھی مردوں کو جلایا
کیا میری مدد شیرِ خدا کر نہیں سکتے

اب زیست سے تنگ آگیا بیمار تمھارا
تم زہر ہی دے دو جو دوا کر نہیں سکتے

باز آ نہیں سکتے وہ کبھی اپنی جفا سے
ہم ترک رہ و رسم وفا کر نہیں سکتے

یہ قیدِ مصائب بھی کوئی قید ہے بیدمؔ
وہ چاہیں تو کیا تجھ کو رہا کر نہیں سکتے

○

کاش مجھ پر ہی مجھے یار کا دھوکا ہو جائے
دید کی دید تماشے کا تماشا ہو جائے

دیدۂ شوق کہیں راز نہ افشا ہو جائے
دیکھ ایسا نہ ہو اظہارِ تمنّا ہو جائے

آپ ٹھکراتے تو ہیں قبرِ شہیدانِ وفا
حشر سے پہلے کہیں حشر نہ برپا ہو جائے

آپ کا جلوہ بھی کیا چیز ہے اللہ اللہ
جس کو آ جائے نظر وہ بھی تماشا ہو جائے

کم نہیں روزِ قیامت سے شبِ وصل اس کی
شام ہی سے جسے اندیشۂ فردا ہو جائے

کیا ستم ہے تیرے ہوتے ہوئے اے جذبۂ دل
میرا چاہا نہ ہو اور غیر کا چاہا ہو جائے

شرم اس کی ہے کہ کہلاتا ہوں کشتہ تیرا
زندہ عیسےٰ سے جو ہو جاؤں تو مرنا ہو جائے

میرا ساماں مری بے سرو سامانی ہے
مر بھی جاؤں تو کفن دامنِ صحرا ہو جائے

دور ہو جائیں جو آنکھوں سے حجاباتِ دوئی
پھر تو کچھ دوسری دنیا مری دنیا ہو جائے

اس کی کیا شرم نہ ہوگی تجھے اے شانِ کرم
تیرا بندہ جو تیرے سامنے رسوا ہو جائے

تو اسے بھول گیا وہ تجھے کیونکر بھولے
کیسے ممکن ہے کہ بیدم بھی تجھی سا ہو جائے

○

دل میں جو ترے تیرِ نظر آئے ہوئے ہیں
وہ مجھ پہ مری جان ستم ڈھائے ہوئے ہیں

دل کیا ہے جگر تک مرا برمائے ہوئے ہیں
پیکاں ترے تیروں کے غضب ڈھائے ہوئے ہیں

آئے بھی شبِ وعدہ تو کیا آئے کہ آ کر
بے طرح پریشان ہیں گھبرائے ہوئے ہیں

محفل میں تو شوخی سے کئے قتل ہزاروں
خلوت میں جو آئے ہیں تو شرمائے ہوئے ہیں

اس پر بھی وہ ملتے ہیں تو ایمان ہے ان کا
غیروں سے جو ملنے کی قسم کھائے ہوئے ہیں

معشوق ہیں کچھ کاکلِ پیچاں تو نہیں آپ
کیوں الجھے ہوئے بیٹھے ہیں بل کھائے ہوئے ہیں

بیدمؔ وہ جواں ہوں گے تو کیا ہوں گے نہ پوچھو
بچپن ہی سے جو اتنے ستم ڈھائے ہوئے ہیں

○

شمع حرم جاں ہے یا مشعل بت خانہ — کیا کیا میں کہوں تجھ کو اے جلوۂ جانانہ

منزل مرے مقصد کی کعبہ ہے نہ بت خانہ — ان دونوں سے آگے چل اے ہمت مردانہ

مے خواروں کے صدقے میں ساقی کوئی پیمانہ — مے خانہ میں حاضر ہے دردی کش مے خانہ

سب نقش خیالی ہیں کعبہ ہو کہ بت خانہ — تو مجھ میں ہے میں تجھ میں اے جلوۂ جانانہ

ساقی ترے آتے ہی یہ جوش ہے مستی کا — شیشہ پہ گرا شیشہ پیمانے پہ پیمانہ

میرا دل ویراں بھی آباد کئے جانا — اے زینت ہر محفل اے صاحب ہر خانہ

زاہد میری قسمت میں سجدے ہیں اسی در کے — چھوٹا ہے نہ چھوٹے گا سنگِ درِ جانانہ

تو شمع صفت اے گل آئے جو سرِ محفل — پروانہ بنے بلبل بلبل بنے پروانہ

مٹ کر بھی رہے باقی جو تجھ پہ مٹے ساقی — جب ملتے ہیں بنتے ہیں خاکِ درِ مے خانہ

یاں کافر و مومن کی تفریق ہے لاحاصل — سب یار کے جلوے ہیں اپنا ہے نہ بیگانہ

کیا لطف ہو محشر میں میں شکوے کئے جاؤں — وہ ہنس کے کہے جائیں دیوانہ ہے دیوانہ

معلوم نہیں بیدمؔ میں کون ہوں اور کیا ہوں
یوں اپنوں میں اپنا ہوں بیگانوں میں بیگانہ

○

اک ذرہ سی بات کا افسانہ گھر گھر ہو گیا
چار حرفِ آرزو تھے جن کا دفتر ہو گیا

قیدیِ زندانِ غم اس درجہ خود سر ہو گیا
سر جہاں دیوار سے مارا وہیں در ہو گیا

میرے دل کے راز کا اظہار سب پر ہو گیا
جو نہ ہونا تھا وہی اے دیدۂ تر ہو گیا

اضطرابی کا خزانہ دیدۂ تر ہو گیا
جو گرا فرقت میں آنسو قلب مضطر ہو گیا

تشنہ کامانِ قضا پی پی کے سب چلتے ہوئے
چلتے چلتے ان کا خنجر دورِ ساغر ہو گیا

تم سے بیمارِ محبت کا مداوا ہو چکا
کر چکے تم اور علاجِ قلبِ مضطر ہو گیا

تھا وہ مستانہ کہ جب ڈوبا ہوں بحرِ فکر میں
ہر حباب موجِ ہستی میرا ساغر ہو گیا

خود نمائی کرتے کرتے اب خدا بننے لگے
یہ بتوں کا حوصلہ، اللہ اکبر! ہو گیا

میں کسی صورت میں ہوں گردش ہے میرے ساتھ ساتھ
بزمِ ہستی میں جو آیا دورِ ساغر ہو گیا

سو بہاریں اس مسرت اس تبسم کے نثار
آج دامانِ سحر پھولوں کی چادر ہو گیا

دو عدم میں ایک ہستی وہ بھی نذرِ نیستی
میرا ہونا بھی نہ ہونے کے برابر ہو گیا

اس نے رگ رگ کو سکھا دیں عشق میں بے چینیاں
قلبِ مضطر اک عذابِ جانِ مضطر ہو گیا

برہمی کی کوئی حد بھی اے مزاجِ زلفِ یار
کیا بگڑ جانے میں تو میرا مقدر ہو گیا

ہوتے ہوتے ہو گئی برہم وہ بیدمؔ بزمِ ناز
دیکھتے ہی دیکھتے سامانِ محشر ہو گیا

○

دل کی دنیا کا ہر اک گوشہ منور ہو گیا
اٹھ گیا پردہ کوئی پردے سے باہر ہو گیا

ذرہ ذرہ روکشِ خورشیدِ محشر ہو گیا
لو مبارک ہو کوئی پردے سے باہر ہو گیا

چھن کے پردے سے ضیائے حسن چمکی تھی کلیم
آپ یہ سمجھے کہ وہ پردے سے باہر ہو گیا

نکہتِ گل اس کو سمجھوں یا کہوں نورِ نگاہ
کتنے پردوں میں بھی جو پردے سے باہر ہو گیا

اس کے مہرِ حسن کی کرنیں حجابِ رُخ ہوئیں
کب اٹھا پردہ وہ کب پردے سے باہر ہو گیا

وعدۂ دیدار یاد آیا سنا جب شورِ حشر
میں نے یہ سمجھا کوئی پردے سے باہر ہو گیا

میری ہستی ہی نقابِ صورتِ دلدار تھی
مٹ گیا جب میں تو وہ پردے سے باہر ہو گیا

جلوہ گاہِ ناز میں پہنچے تو ہوش اتنا نہیں
یار پردہ میں ہے یا پردے سے باہر ہو گیا

ایسے کی بے پردگی و پردہ کا کیا اعتبار
بوئے گل کی طرح جو جامے سے باہر ہو گیا

تھی تو بیدمؔ یہ کسی کے بے خودوں کی شان تھی
ذکرِ مے پر شیخ کیوں جامے سے باہر ہو گیا

تجلّیِ رُخِ روشن کا کیا ٹھکانا تھا
اِدھر نقاب اٹھی تھی کہ غش کا آنا تھا

نگاہِ ناز کے تیروں کا کیا ٹھکانا تھا
نظر نظر سے ملی تھی کہ دل نشانا تھا

خیال و خواب ہوئے وہ مزے جوانی کے
عجیب دن تھے عجب سن عجب زمانا تھا

بجھانے والے بجھاتے کسی کے دل کی لگی
چراغِ ہستیٔ عاشق کا کیا بجھانا تھا

قرار گھر میں نہ صحرا میں چین سے بیٹھے
ہمیں تو موت کا پیغام دل کا آنا تھا

سنی جو میری مصیبت کی داستاں تو کہا
کہ پھر کہو یہ بڑے لطف کا فسانا تھا

بہار جاتے ہی دنیا بدل گئی بیدمؔ
کہ عندلیب کا صحرا میں آشیانا تھا

کچھ گلا ان سے نہ کچھ شکوہ ہے چرخِ پیر کا
سامنے آیا مرے لکھا مری تقدیر کا

وعدۂ فردا کا مطلب میں یہ سمجھا نامہ بر
حشر پر ٹھہرا ہے گویا فیصلہ تقدیر کا

چل گیا غیروں کی تدبیروں کا جادو چل گیا
ہو گیا آج اک نہیں میں فیصلہ تقدیر کا

پھر پھرا کر ان کا در ہو ہی گیا آخر نصیب
کیوں نہ ہوں ممنون اپنی گردشِ تقدیر کا

آئے ہیں وہ میرے مرنے کا تماشا دیکھنے
اے اجل اب آ کہ یہ موقع نہیں تاخیر کا

جان بھی دل کی طرح جانے کو ہے تو جا چکے
ہو چکے ہونا ہے جو کچھ فیصلہ تقدیر کا

یادِ گیسو میں نہ پوچھو مجھ سے زنداں کی بہار
سنبلستاں ہے ہر اک حلقہ مری زنجیر کا

چرخ کو چکر دیا کیوں تو نے قسّامِ ازل
یہ تو حصہ تھا تمہاری گردشِ تقدیر کا

خلد قسمت میں نہیں بیدم تو دوزخ ہی سہی
ہے کہیں آخر ٹھکانا عاشقِ دلگیر کا

وہ جام کیوں مجھے پیرِ مغاں نہیں ملتا
کہ جس کے پینے سے اپنا نشاں نہیں ملتا

اکیلا چھوڑ گئے مجھ کو رہروانِ عدم
بچھڑ گیا ہے مرا کارواں نہیں ملتا

مٹانے والوں نے کچھ اس طرح مٹایا ہے
کہ قبر کا بھی ہماری نشاں نہیں ملتا

وہ ہم کو چھیڑ کے سنتے ہیں داستانِ فراق
انہیں جو شب کو کوئی قصہ خواں نہیں ملتا

نہ پوچھ مجھ سے نشیب و فرازِ منزلِ عشق
زمیں ملتی ہے تو آسماں نہیں ملتا

اس آستانہ کو میری جبیں نہیں ملتی
مری جبین کو وہ آستاں نہیں ملتا

عدم سے آئے تھے دنیا کو سن کے بزمِ سرور
مگر یہاں تو کوئی شادماں نہیں ملتا

ہوا نے اس کو اڑایا کہ برق نے پھونکا
جہاں رکھا تھا وہاں آشیاں نہیں ملتا

تمہارے ڈھونڈنے والے کچھ ایسے کھوئے ہیں
کہ ان کو آپ ہی اپنا نشاں نہیں ملتا

مسیح در سے ترے کس نے کیا نہیں پایا
مجھی کو مرہمِ زخمِ نہاں نہیں ملتا

ہمیں میں کچھ نہیں بیدمؔ یہ کیوں نہیں کہتے
یہ کیا کہا کہ کوئی قدرداں نہیں ملتا

تم خفا ہو تو اچھا خفا ہو
اے بتو! کیا کسی کے خدا ہو

اپنے مستوں کی خیرات ساقی
ایک ساغر مجھے بھی عطا ہو

کچھ رہا بھی ہے بیمارِ غم میں
اب دوا ہو تو کس کی دوا ہو

آؤ مل لو شبِ وعدہ آکر
صبح تک پھر خدا جانے کیا ہو

تو نے مجھ کو کہیں کا نہ رکھا
اے دلِ زار تیرا برا ہو

غصے میں بھی رہا پاسِ دشمن
کہہ رہے ہیں کہ تیرا بھلا ہو

تم کو بیدمؔ ہمیں جانتے ہیں
پارسا ہو بڑے پارسا ہو

○

تم ملو میری قسمت رسا ہو — دردِ دل، دردِ دل کی دوا ہو
سارے عالم سے بیگانہ ہولے — پھر کوئی یار کا آشنا ہو
بے ترے ساقیا مئے تو مئے ہے — زہر سمجھوں جو آبِ بقا ہو
دل مٹے بھی تو تیری گلی میں — خاک ہو تو تری خاکِ پا ہو
اس کا نام و نشاں پوچھنا کیا — جو تری راہ میں مٹ گیا ہو
میری مشکل کو آسان کر دو — یا علیؓ آپ مشکل کشا ہو
زندگی ختم ہو تیرے غم میں
یاد میں تیری بیدمؔ فنا ہو

○

کھینچی ہے تصور میں تصویرِ ہم آغوشی
اب ہوش نہ آنے دے مجھ کو مری بے ہوشی
پا جانا ہے کھو جانا، کھو جانا ہے پا جانا
بے ہوشی ہے ہشیاری، ہشیاری ہے بے ہوشی
میں سازِ حقیقت ہوں دمسازِ حقیقت ہوں
خاموشی ہے گویائی، گویائی ہے خاموشی

اسرارِ محبت کا اظہار ہے ناممکن
ٹوٹا ہے نہ ٹوٹے گا قفلِ درِ خاموشی

ہر دل میں تجلّی ہے ان کے رُخِ روشن کی
خورشید سے حاصل ہے ذرّوں کو ہم آغوشی

جو سُنتا ہوں سنتا ہوں میں اپنی خموشی سے
جو کہتی ہے کہتی ہے مجھ سے مری خاموشی

یہ حسن فروشی کی دوکان ہے یا چلمن
نظارہ کا نظارہ روپوشی کی روپوشی

یاں خاک کا ذرہ بھی لغزش سے نہیں خالی
مے خانۂ دنیا ہے یا عالمِ بے ہوشی

ہاں ہاں مرے عصیاں کا پردہ نہیں کھلنے کا
ہاں ہاں تری رحمت کا ہے کام خطاپوشی

اس پردے میں پوشیدہ لیلائے دو عالم ہے
بے وجہ نہیں بیدم کعبے کی سیہ پوشی

شادی و الم سب سے حاصل ہے سبکدوشی
سو ہوش مرے صدقے تجھ پر مری بے ہوشی

گم ہونے کو پا جانا کہتے ہیں محبت میں
اور یاد کا رکھا ہے یاں نام فراموشی

کل غیر کے دھوکے میں وہ عید ملے ہم سے
کھولی بھی تو دشمن نے تقدیر ہم آغوشی

وہ قلقل مینا میں چرچے مری توبہ کے
اور شیشہ و ساغر کی مے خانے میں سرگوشی

ہم رنج بھی پانے پر ممنوں ہی ہوتے ہیں
ہم سے تو نہیں ممکن احسان فراموشی

ہوش آتا ہے پھر مجھ کو پھر ہوش مجھے آیا
دینا نگہِ ساقی اک ساغر بے ہوشی

کل عرصۂ محشر میں جب عیب کھلیں میرے
رحمت تری پھیلا دے دامانِ خطا پوشی

ملتے ہی نظر تجھ سے مستانہ ہوا بیدم
ساقی تری آنکھیں ہیں یا ساغر بے ہوشی

○

ہے رُخ کا پہلو نشین سہرا
نہ ہو یہ کیوں مہ جبین سہرا

قرانِ سعدین سامنے ہے
حسین دولہا حسین سہرا

جبین سہرے کو چومتی ہے
کہ چومتا ہے جبین سہرا

ہوا سے لڑیاں لچک رہی ہیں
ہے کس قدر نازنین سہرا

یہ الجھا گنگنے سے اس لئے ہے
کہ چوم لے آستین سہرا

چھپا ہے مقنع میں کس ادا سے
بنا ہے پردہ نشین سہرا

نظر میں کھب جائے سب کی بیدم
ہر اک کے ہو دل نشین سہرا

○

بت خانے میں کعبہ کی تنویر نظر آئی — بت میں بھی ہمیں تیری تصویر نظر آئی
وابستۂ گیسو کو گیسو کا خیال آیا — جب دور سے زنداں کی زنجیر نظر آئی
یہ گلشنِ ہستی بھی اک دفترِ رنگیں ہے — ہر گل کے ورق پر اک تصویر نظر آئی
جب ان کی نظر بدلی شام اور سحر بدلی — بیزار دعاؤں سے تاثیر نظر آئی
بیدم شبِ فرقت میں مرنے کی دعا مانگی
جب یار کے آنے میں تاخیر نظر آئی

○

مے کشو! مشربِ رندانہ مبارک باشد — بیعتِ مرشدِ مے خانہ مبارک باشد
آج ہے عید تری دیدۂ دیدار طلب — یار ہے زینتِ کاشانہ مبارک باشد
زخم ہائے دلِ صد چاک مبارک ہم کو — یار کو غمزۂ ترکانہ مبارک باشد
مے کدہ کھلتے ہی رحمت کی گھٹائیں آئیں — گردشِ ساغر و پیمانہ مبارک باشد
پیچ و خم یار کی زلفوں کے لئے راس آئیں — تجھ کو وحشتِ دلِ دیوانہ مبارک باشد
یا حسدا طالبِ اکسیر کو اکسیر ملے — ہم کو خاکِ درِ جانانہ مبارک باشد
آئینہ خانہ بنا عالمِ صورت بیدم
لطفِ نظارۂ جانانہ مبارک باشد

دشمن کی دعا جا کے پھرے باب اثر سے
ہم نے تو جو مانگا ہے ملا ہے اسی در سے

اک سادہ ورق تھی مری امیدوں کی دنیا
رنگیں ہوئی رنگین نگاہوں کے اثر سے

یہ مقتلِ عشاق ہے یا تیری گلی ہے
جو آتا ہے آتا ہے کفن باندھ کے سر سے

بربادیِ گلشن کا پتہ دیتے ہیں مجھ کو
جو تنکے قفس کی طرف آتے ہیں ادھر سے

گنتی ہی کے چن پایا گلِ عارضِ جاناں
شرمندہ ہوں کوتاہیِ دامانِ نظر سے

ان سے بھی کچھ آگے ہے تری جلوہ گہِ ناز
جو وسعتیں آگے ہیں مری حدِ نظر سے

جو دیر و حرم چھوڑ کے بیٹھے ترے در پہ
ان کو ہے سروکار اِدھر سے نہ ادھر سے

رحمت کی گھٹا آج جو گھنگھور اٹھی ہے
یا رب یہ مری کشتِ تمنا پہ بھی برسے

حالِ دلِ بیمار بتاؤں گا مسیحا!
فرصت تو ملے مجھ کو ذرا دردِ جگر سے

یہ صورتِ نقشِ کفِ پا بیٹھ گیا ہے
بیدم نہ اٹھا ہے نہ اٹھے گا ترے در سے

غش ہوئے جاتے ہو کیوں طور پہ موسیٰ دیکھو
کیوں نہیں دیکھتے اب یار کا جلوہ دیکھو

مجھ سے دیدار کا کرتے تو ہو وعدہ دیکھو
حشر کے روز نہ کرنا کہیں پروا دیکھو

غش کے آثار ہیں پھر غش مجھے آیا دیکھو
پھر کوئی روزنِ دیوار سے جھانکا دیکھو

ان کے ملنے کی تمنا میں مٹا جاتا ہوں
نئی دنیا ہے مرے شوق کی دنیا دیکھو

طور پر ہی نہیں نظارۂ جاناں موقوف
دیکھنا ہے تو وہ موجود ہے ہر جا دیکھو

اثرِ نالۂ عاشق نہیں دیکھا تم نے
تھام لو دل کو سنبھل بیٹھو اب اچھا دیکھو

طور مجنوں کی نگاہوں کے بتاتے یاں ہیں
اسی لیلےٰ میں ہے اک دوسری لیلےٰ دیکھو

پرتوِ مہر سے معمور ہے ذرہ ذرہ
لہریں لیتا ہے ہر اک قطرہ میں دریا دیکھو

دور ہو جائیں جو آنکھوں سے حجابات دوئی
پھر تو دل ہی میں دو عالم کا تماشا دیکھو

سب میں ڈھونڈھا انھیں اور کی تو نہ کی دل میں تلاش
نظرِ شوق کہاں کھائی ہے دھوکا دیکھو

نہیں تھمتے نہیں تھمتے مرے آنسو بیدم
راز دل ان پہ ہوا جاتا ہے افشا دیکھو

○

ہے کوچۂ الفت میں وحشت کی فراوانی
جب قیس کو ہوش آیا لیلیٰ ہوئی دیوانی
پیش آئی وہی آخر جو کچھ کہ تھی پیش آنی
قسمت میں ازل ہی سے لکھی تھی پریشانی
دل اس کو دیا میں نے یہ کس کو دیا میں نے
غفلت سی مری غفلت نادانی سی نادانی
جائے نہ مرے سر سے سودا تری زلفوں کا
الجھن ہی رہے مجھ کو کم ہو نہ پریشانی
اب نزع کی تکلیفیں برداشت نہیں ہوتیں
تم سامنے آ بیٹھو دم نکلے بآسانی
اقلیم محبت کی دنیا ہی نرالی ہے
نادانی ہے نادانی، نادانی ہے نادانی
ہو زیست جنھیں پیاری وہ اور کوئی ہوں گے
ہم مر کے دکھا دیں گے مرنے کی اگر ٹھانی
ہشیاری زاہد سے اچھی مری بے ہوشی
اس دلق ریائی سے بہتر مری عریانی

کیا وادیِ غربت میں بچھڑی ہے یہ بیدمؔ سے
سر پیٹتی پھرتی ہے کیوں بے سروسامانی

○

میں غش میں ہوں مجھے اتنا نہیں ہوش
تصور ہے ترا یا تو ہم آغوش

جو ناکوں کی کبھی وحشت نے ٹھانی
پکارا ضبط بس خاموش خاموش

کسے ہو امتیازِ جلوۂ یار
ہمیں تو آپ ہی اپنا نہیں ہوش

اٹھا رکھا ہے اک طوفان تو نے
ارے قطرے ترا اللہ رے جوش

میں ایسی یاد کے قربان جاؤں
کیا جس نے دو عالم کو فراموش

ہے بیگانوں سے خالی خلوتِ راز
چلے جائیں نہ اب آئیں مرے ہوش

کرو رندو! گناہِ مے پرستی!
کہ ساقی ہے عطا پاش و خطا پوش

ترے جلوے کو موسےٰ دیکھتے کیا
نقاب اٹھنے سے پہلے اڑ گئے ہوش

کرم بھی اس کا مجھ پر ہے ستم بھی
کہ پہلو میں ہے ظالم اور روپوش

پیو تو خم کے خم پی جاؤ بیدمؔ
ارے مے نوش ہو تم یا بلانوش

○

یہ بت جو کعبۂ دل کو کسی کے ڈھا دیں گے
تو روزِ حشر خدا کو جواب کیا دیں گے

حضور سب کو قیامت میں بخشوا دیں گے
جو کوئی دے نہ سکے گا وہ مصطفےٰؐ دیں گے

وہ دل کے زخم جو دیکھیں گے مسکرا دیں گے
چھڑک چھڑک کے نمک بجلیاں گرا دیں گے

جناب شیخ کو ازبر ہے قصۂ محشر
جب آ کے بیٹھیں گے چھکے مرے چھڑا دیں گے

وہ میری قبر کو پامال کر کے مانیں گے
تُلے ہوئے ہیں کہ نقشِ وفا مٹا دیں گے

نہ لائے ہیں نہ انھیں لائیں چارہ ساز مرے
دلا سے دے دے کے دردِ جگر بڑھا دیں گے

یہ نالے کیا مرے دل کو قرار بخشیں گے
یہ اشک کیا مرے دل کی لگی بجھا دیں گے

تجلیٔ رُخِ روشن کو دیکھنا معلوم
وہ جلوے چشمِ تمنّا کو تلملا دیں گے

خدا کرے کہ تمھیں بھی کہیں محبت ہو
تو اضطراب ہے کیا شے یہ ہم بتا دیں گے

مٹے ہو دل سے نشاں یار کا ملے تو ملے
جو آپ گم ہیں وہی دیں تو کچھ پتا دیں گے

اب اس سے کیا ہمیں کعبہ ہو یا کلیسا ہو
جہاں یہ تو نظر آئے گا سر جھکا دیں گے

اسے مسیح بھی بیدم اٹھا نہیں سکتے
حسین اپنی نظر سے جسے گرا دیں گے

تیری چشمِ مست کا ساقی اثر آنکھوں میں ہے
نشہ تو بھرپور ہے مجھ کو مگر آنکھوں میں ہے

آج تک وہ نقشۂ دیوار و در آنکھوں میں ہے
جلوۂ فیضانِ تصور گھر کا گھر آنکھوں میں ہے

تو جسے تکتا ہے اے تیرِ نظر آنکھوں میں ہے
اب جگر میں کیا ہے کچھ خونِ جگر آنکھوں میں ہے

آج تو اے جوششِ گریہ خوب کی گل کاریاں
خونِ دل دامن پہ ہے خونِ جگر آنکھوں میں ہے

زلف و رُخ میں دیکھتا ہوں جلوۂ لیل و نہار
کچھ سوادِ شام کچھ نورِ سحر آنکھوں میں ہے

یاد ہے ہاں یاد ہے وہ برہمیِ بزمِ ناز
ہاں ابھی تک وہ قیامت کی سحر آنکھوں میں ہے

ایک خطرے کر گیا ہے کوئے جاناں کی طرف
بہرِ تسکیں اک خیالی نامہ بر آنکھوں میں ہے

اب کہاں پہلو میں لے پیکانِ جاناں اب کہاں
کچھ بہا آنکھوں سے کچھ خونِ جگر آنکھوں میں ہے

دیکھ کر دردِ جگر آنکھیں چرالیں یار نے
ہو نہ ہو کچھ چارۂ دردِ جگر آنکھوں میں ہے
کیوں نہ ہو اب آسماں پر اپنی آنکھوں کا دماغ
جانتے ہو کس کی خاکِ رہگزر آنکھوں میں ہے
واہ ری مشقِ تصور کوئی گھر خالی نہیں
ایک صورت ہے اِدھر دل میں اُدھر آنکھوں میں ہے
مل گئیں مارا بچھڑیں بسمل کیا بیدم کیا
اللہ اللہ کس قیامت کا اثر آنکھوں میں ہے

○

ہم دادِ وفا لیں گے وہ دادِ وفا دیں گے
دنیا اسے دیکھے گی دنیا کو دکھا دیں گے
مانا انہیں پھر مجھ سے احباب ملا دیں گے
کیا بگڑی ہوئی میری قسمت بھی بنا دیں گے
ہے ضبط بڑی دولت اللہ اسے رکھے
ہم چرخ کی بنیادیں آہوں سے ہلا دیں گے
جاں ان کی ہے دل ان کا ہم ان کے ہیں سب ان کا
وہ لیں گے تو کیا لیں گے ہم دیں گے تو کیا دیں گے
ہاں یونہی رہے قاتل کچھ دیر نمک پاشی
ہاں زخمِ جگر یونہی رس رس کے مزا دیں گے

گرداورِ محشر نے اعمال کی پرسش کی
چپکے سے ہم اس بت کی تصویر دکھا دیں گے

اپنا تو یہ مذہب ہے، کعبہ ہو کہ بت خانہ
جس جا تمھیں دیکھیں گے ہم سر کو جھکا دیں گے

جب ہم نہ رہے بیدم تب چارہ گر آئے ہیں
اب کس کو شفا ہوگی اب کس کو دوا دیں گے

○

کتنا سکونِ خاص تھا دستِ حسین ساز میں
رنگ نمو بھر دیا جلوۂ دل نواز میں

اتنا تو ربط خاص ہو ناز میں اور نیاز میں
دل میں خدنگ ناز ہو دل ہو خدنگ ناز میں

کھل کے کبھی وہ چھپ گئے اپنے حریم ناز میں
چھپ کے کہیں چمک اٹھے آئینہ مجاز میں

حضرتِ عشق کے طفیل ہو گئیں خانہ جنگیاں
برق نظارہ سوز میں چشم نظارہ ساز میں

کار ہے سر اتارنا پیار ہے مل کے مارنا
کس کی ادائیں آگئیں تیغ گلو نواز میں

یہ بھی دکھا دے اے صبا صدقہ کسی نگاہ کا
میری وفا کے پھول ہوں یار کے دستِ ناز میں

اب کوئی کیا اٹھائے گا اب کوئی کیا مٹائے گا
میں ہوں کسی کا نقشِ پا رہ گذرِ نیاز میں

دیکھ تو اے صبا مرا سجدۂ شوق تو نہیں
آج ہے ایک پائے بوس ان کے حریم ناز میں

خنجرِ ناز کو ہو کیوں اور کسی سے واسطہ
یا وہ مرے گلے پہ ہو یا ترے دستِ ناز میں

یار کے پائے ناز پر سجدے میں اور جبینِ شوق
میری یہی نماز ہے میں ہوں اسی نماز میں

بیدمؔ خستہ خاک بھی تیری نہ بے ادب رہے
ذرے نہ اُڑ کے جا ملیں گردِ رہِ حجاز میں

○

نہ نکلے ہیں نہ یوں نکلیں تمہارے تیر کے ٹکڑے
رکھو سینہ پہ زانو اور نکالو تیر کے ٹکڑے

پئے تسکینِ دل وہ دے گئے ہیں تیر کے ٹکڑے
بحمد اللہ ملے مجھ کو مری تقدیر کے ٹکڑے

مرے سینہ میں دل ہی کا پتہ ملتا نہیں مجھ کو
میں اپنے دل کو ڈھونڈوں یا تمہارے تیر کے ٹکڑے

یہ فرمایا جو آئے اپنے وحشی کے جنازے پر
بجائے چادرِ گل ڈال دو زنجیر کے ٹکڑے

مرا قاصد یہ لایا ہے جواب اور یہ جواب آیا
کہ لا کر دے دیئے مجھ کو مری تحریر کے ٹکڑے

متاعِ وحشتِ دل لے کے اٹھیں گے قیامت میں
ہمارے ساتھ رکھ دو قبر میں زنجیر کے ٹکڑے

جگر کو کچھ ملے کچھ دل نے پائے کچھ رگِ جاں نے
ہوئے تقسیم یوں القصہ ان کے تیر کے ٹکڑے

تبرک ہو گئیں کٹتے ہی ساری بیڑیاں میری
کہ مجنوں لینے آیا نجد سے زنجیر کے ٹکڑے

دمِ آخر ترا دیوانہ تڑپا ہے کہ زنداں میں
پڑے ہیں جا بجا ٹوٹی ہوئی زنجیر کے ٹکڑے

سراپائے شہیدِ کربلا ہے مصحفِ ناطق
ہیں بیدم پارۂ قرآں تنِ شبیر کے ٹکڑے

○

میں کیا کہوں کہ کیا نگہِ فتنہ گر میں ہے
یہ دیکھتا ہوں حشر بپا رہ گذر میں ہے

پھرنا تری نگاہ کا میری نظر میں ہے
ترچھا سا ایک زخم ابھی تک جگر میں ہے

شوقِ جوابِ نامہ کدھر ہے ترا خیال
میرا ہی خط تو ہے جو کفِ نامہ بر میں ہے

دل میں جو تم نہیں ہو تو کس کام کا یہ دل
تم دل میں ہو تو دولت کونین گھر میں ہے

اک میں کہ میری شام شب انتظار ہے
اک وہ کہ جن کی شام امید سحر میں ہے

اب اس کو تیر ناز کہو یا مری قضا
ہے کچھ ضرور جو مرے قلب و جگر میں ہے

اک آپ ہیں کہ آپ کو اپنوں سے ہے حجاب
اک جلوہ آپ کا ہے کہ سب کی نظر میں ہے

اپنی نہیں تو کس کی ہیں آئینہ داریاں
جس کی نظر میں تو ہے وہ تیری نظر میں ہے

یا تو تمھارے گیسو و رُخ کے ہیں شعبدے
یا تم سا کوئی پردۂ شام و سحر میں ہے

شوریدہ حال تیرے کہاں جائیں کیا کریں
رات تری گلی میں تو دن اپنے گھر میں ہے

محوِ خرام ناز ذرا دیکھ بھال کر!
افتادہ پا شکستہ کوئی رہ گذر میں ہے

پردہ تعینات کا آنکھوں سے اٹھ گیا
اب دیر و کعبہ ایک ہماری نظر میں ہے

بیدم تمام رات تڑپتے گذر گئی!
یاد مژہ ہے یا کوئی نشتر جگر میں ہے

اب آدمی کچھ اور ہماری نظر میں ہے
جب سے سنا ہے یار لباسِ بشر میں ہے

اپنا ہی جلوہ ہے جو ہماری نظر میں ہے
اب غیر کون چشمِ حقیقت نگر میں ہے

وہ گنجِ حسن ہے دلِ ویراں میں جلوہ گر
فضلِ خدا سے دولتِ کونین گھر میں ہے

بس اک فروغ نقشِ کفِ پا کے فیض سے
ہر ذرہ آفتاب تیری رہ گذر میں ہے

اللہ خیر میرے دلِ بے قرار کی
اندازِ یاس کا نگہِ نامہ بر میں ہے

خود بینیوں کی آنکھ ملی چشمِ ذوق کو
میری نظر بھی آج تمہاری نظر میں ہے

بننے سے پہلے ساغرِ مے ٹوٹ جاتے ہیں
کیا محتسب کی خاک کفِ کوزہ گر میں ہے

غربت میں بھی خیالِ وطن ساتھ ساتھ ہے
یہ بھی نہ ہو تو کس کا سہارا سفر میں ہے

اے نوح! اپنی کشتیٔ عالم سے ہوشیار
طوفانِ گریہ آج مری چشمِ تر میں ہے

اک میہماں سے دونوں گھر آباد ہیں مرے
دل میں ہے تیر تیر کا پیکاں جگر میں ہے

حیران ہوں کہ سجدہ کروں تو کدھر کروں
کعبہ میں بھی وہی بتِ کافر نظر میں ہے

ہنستے ہیں میرے گریۂ بے اختیار پر
یہ آپ کی ادا لبِ زخمِ جگر میں ہے

بیدمؔ یہ جستجو بھی عجب ہے عجب تلاش
نکلے ہیں ڈھونڈھنے کو اسے ہم جو گھر میں ہے

○

اسیری میں اٹھائے لطف باغ آشنائی کے
رہائی کے تصور میں مزے لوٹے رہائی کے

یہ مانا کچھ نہیں ہم اور کسی قابل نہیں لیکن
وفاؤں سے گئے بدلے تمہاری بے وفائی کے

جدائی تابکے آخر! کوئی حد بھی جدائی کی
گنے کوئی کہاں تک انگلیوں پر دن جدائی کے

اگر بہ چشمِ حقیقت میں سے دیکھیں دیکھنے والے
بتوں میں بھی نظر آتے ہیں جلوے کبریائی کے

حسینوں کا گدا ہوں حسن والوں کا بھکاری ہوں
مری آنکھیں نہیں یہ دونوں کاسے ہیں گدائی کے

کہاں کا شورِ محشر وعدۂ فردا نے چونکایا
ابھی سوئے تھے ہم جاگے ہوئے شام جدائی کے

ثبوت زندگی اب اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا
نشاں ہیں ان کے سنگِ در پہ میری جبہ سائی کے

طلوعِ آفتاب حشر ہونے ہی کو ہے بیدم
چراغ اب بجھنے والے ہیں مری شام جدائی کے

○

سنبھل سنبھل کے وہ کرتے ہیں وار چتون کے
میں کھائے جاتا ہوں سینہ پہ تیر تن تن کے

کلیم جائیں جو جاتے ہیں طور سینا پر
ہمارے دل ہی میں جلوے ہیں طور وایمن کے

میں خاک ہو کے طواف چمن پہ مرتا ہوں
مرے بگولے بھی پھرتے ہیں گرد گلشن کے

نکالا جب مجھے صیاد نے گلستاں سے
جلائے برق نے تنکے مرے نشیمن کے

صبا ہی ہے بس اک ساعت ہوا خواہی
کہ حق ہیں تجھ پہ ہمارے چراغ مدفن کے

یہی ہے نذر جنوں اور کیا ہو نذرِ جنوں
جو تن پہ باقی ہیں دو ایک تار دامن کے

وہ کہہ رہے ہیں مرا حال دیکھ کر بیدم
کہ ان کی طرح سے بگڑے نہ کوئی یوں بن کے

ہم اپنے طالع خفتہ کو جب بیدار دیکھیں گے
کہ تجھ کو زیب آغوش تمنا یار دیکھیں گے

جب آنکھیں بند کرلیں گے جمالِ یار دیکھیں گے
اس آسانی سے ہم یہ منزل دشوار دیکھیں گے

کسی کے جاتے ہی یہ منظر حسرت فزا ہوگا
میں گھر کو اور مجھے گھر کے در و دیوار دیکھیں گے

کلیم اللہ کو دیکھو ایک ہی جلوہ کے ہو بیٹھے
اسی برتے پہ کہتے تھے جمالِ یار دیکھیں گے

مدینہ میں پہنچتے ہی دل مضطر پکار اٹھا
بڑی سرکار میں پہنچے بڑا دربار دیکھیں گے

ہٹا دو ان کو بالیں سے کہ میرا دم نکلتا ہے
وہ گھبرا جائیں گے جب میرا حال زار دیکھیں گے

یہاں تو روز چالوں سے نئے فتنے اٹھاتے ہو
قیامت میں تمہاری شوخی رفتار دیکھیں گے

حرم میں دیر میں دل میں غرض یہ ہے جہاں تو ہے
تجھی کو دیکھنے والے ترے اے یار دیکھیں گے

اشاروں پر جو مرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں
وہ کن آنکھوں سے تیرے ہاتھ میں تلوار دیکھیں گے

مری رسوائیاں محشر میں ممکن ہی نہیں بیدمؔ
وہ اپنے نام لیوا کو ذلیل و خوار دیکھیں گے

○

دنیا کی کچھ خبر تھی نہ عقبےٰ کا ہوش تھا
کیا جانے کس جہاں میں ترا بادہ نوش تھا

اللہ رے اس کے قتل کی حشر آفرینیاں
ہر قطرہ جس کے خون کا طوفاں بدوش تھا

اک برق سی چمک گئی آنکھوں کے سامنے
نظارہ گاہ میں مجھے اتنا ہی ہوش تھا

گو بے کفن تھے لاشۂ آوارگان عشق
لیکن غبار دست جنوں پردہ پوش تھا

منصور کا قصور تھا ساقی نے کیا کیا
پی لی صراحی اس نے جو پیمانہ نوش تھا

آج آیا اُن کے در پہ جبیں سائیوں کے کام
کل تک جو جسمِ زار پہ سر بارِ دوش تھا

کافی ہے یہ پتہ مرا لوحِ مزار پر
بیدمؔ ترا غلام تھا حلقہ بگوش تھا

داروئے دردِ نہاں راحتِ جانی صنما
عیسیٰ مردہ دلاں یوسفِ ثانی صنما

تیرے صدقے مری جاں تجھ پہ مرا دل قرباں
وارثِ کون و مکاں فخرِ زمانی صنما

تیرا ہر جلوہ ہے آئینۂ اسرارِ ازل
تیری صورت میں ہیں انوارِ معانی صنما

دل کے داغوں کو کلیجے سے لگا رکھا ہے
کہ یہی داغ تو ہیں تیری نشانی صنما

تو ہی جب قصۂ غم سے مرے گھبراتا ہے
پھر سنے کون مرے غم کی کہانی صنما

تا کجا اشک بجھائیں گے مرے دل کی لگی
پھونکے دیتا ہے مجھے سوزِ نہانی صنما

وقفِ سجدہ ہے ترے در پہ جبینِ بیدمؔ
قبلۂ دل صنما کعبۂ جانی صنما

یہاں تو چھپنے والوں کو نہیں دوچار دیکھیں گے
مگر محشر میں لاکھوں طالبِ دیدار دیکھیں گے

تمھارے گھر میں دخلِ غیر بھی سرکار دیکھیں گے
جو کچھ قسمت دکھائے گی ہمیں لاچار دیکھیں گے

ادھر پردہ اٹھا اور اس طرف موسٰی کو غش آیا
اسی پر کہہ رہے تھے ہم جمالِ یار دیکھیں گے

نویدِ قتل پر جب عید ٹھہری مرنے والوں کی
ہلالِ عید کیوں دیکھیں تری تلوار دیکھیں گے

ہزاروں سر جھکے ہیں ایک امیدِ شہادت پر
ترے خنجر کو ہم کس کس گلے کا ہار دیکھیں گے

رہا یونہی جو وہ محوِ خرامِ ناز تو اک دن
تری پامالیاں بھی چرخِ کج رفتار دیکھیں گے

بہر صورت انھیں ہم دیکھ کر مانیں گے اے بیدم
جو یوں ممکن نہیں سر کرکے نذرِ دار دیکھیں گے

رخِ نوشاہ قرآں ہے تو بسم اللہ کا سہرا
خدا رکھے اچھوتا ہے مرے نوشاہ کا سہرا

اسے جبریل لائے ہیں گندھا کر باغِ رضواں سے
محمد مصطفٰے طیبہ کے شاہنشاہ کا سہرا

قبائے مصطفٰے جامہ ہے انوارِ الٰہی کا
جلال اللہ کا مقنع جمال اللہ کا سہرا

بھلی ساعت سے مالن نے اسے نوشہ کے باندھا ہے
خدا کے فضل سے نامِ رسول اللہ کا سہرا

یہ بیدم آج کیسی روشنی پھیلی ہے محفل میں
دولہن دولہا کا سہرا ہے کہ مہر و ماہ کا سہرا

زخمِ جگر بھی کہنے لگا داستانِ شوق
ناوک فگن نے خوب عطا کی زبانِ شوق

میں سن رہا ہوں ختم نہ کر داستانِ شوق
کیا تھک گئی زبان تری قصہ خوانِ شوق

مشتاق دید کا تو دم آنکھوں میں آ گیا
سنئے زبانِ حال سے اب داستانِ شوق

اس طرح آج دل پہ گری برقِ آرزو
گویا گرا زمین پہ اک آسمانِ شوق

پتھر کا پہلے اپنا کلیجہ بنائیے
پھر سنئے مجھ سے آپ مری داستانِ شوق

پھونکا ہے کیا نسیمِ تمنا نے کان میں
رکتے نہیں زمیں پہ قدم رہروانِ شوق

مر بھی چکے یہاں جنھیں مرنے کا شوق تھا
اب آئے ہیں حضور پئے امتحانِ شوق

دیکھی کہاں ہیں آپ نے عالم نمائیاں
ہے ذرہ ذرہ خاک کا میری جہانِ شوق

ناحق ابھی سے مرنے کی ٹھانی یہ کیا کیا
بیدم تمہارے دم سے ہے نام و نشانِ شوق

○

دشمن کے پر کترتا ہے میرا بیانِ شوق
مقراض بن کے چلتی ہے گویا زبانِ شوق

کیا ان کا راز ہے یہ مری داستانِ شوق
رکتی ہے کیوں زبان تری قصہ خوانِ شوق

مایوس پھر رہی ہیں مری نا امیدیاں
اترا ہے آج دل میں مرے کاروانِ شوق

ذرے بھی میری خاک کے اڑتے ہیں شوق میں
اپنے ستارے لے کے چلا آسمانِ شوق

اے شوقِ دید اس کو منا جیسے ہو سکے
روٹھا ہوا ہے مجھ سے مرا میہمانِ شوق

اے یوسفِ امید مبارک تجھے سفر
لے آ رہا ہے تیری طرف کاروانِ شوق

جب داستانِ شوق نہ کوئی سمجھ سکا
حالِ تباہ میرا بنا ترجمانِ شوق

مشعل بکف جلا ہے مرا داغِ آرزو
بھٹکے نہ راستے میں کہیں کاروانِ شوق

بیدمؔ خدنگِ طعنۂ دشمن نہ جھیل سکا
اس کے اتارنے سے نہ اتری کمانِ شوق

ادا پر تری دل ہے آنے کے قابل
مری جان ہے تجھ پہ جانے کے قابل

انھیں کو چنا چن کے بجلی نے پھونکا
وہ تنکے جو تھے آشیانے کے قابل

ترے مصحفِ رُخ کو اللہ رکھے
یہ قرآن ہے ایمان لانے کے قابل

ہوا رازِ دل سب پہ ظاہر تو اب کیا
چھپاتے تھے جب تھا چھپانے کے قابل

جبیں مدتوں سے لئے پھر رہی ہے
جو سجدے ہیں اس آستانے کے قابل

جگر ہو کہ دل ناوکِ نازِ جاناں
یہ دونوں ہیں تیرے نشانے کے قابل

میں بیدمؔ اسی بات پر مٹ رہا ہوں
کہ وہ مجھ کو سمجھے مٹانے کے قابل

مبارک ساقیٔ مستاں مبارک
فروغِ مجلسِ رنداں مبارک

جبینِ شوق کے سجدوں پہ سجدے
تجھے سنگِ درِ جاناں مبارک

تجلی جمالِ روئے جاناں
تجھے اے دیدۂ حیراں مبارک

ادائے دلبری و دل نوازی
تجھے اے خسروِ خوباں مبارک

ردائے خواجگی تاجِ ولایت
تمھیں اے مرشدِ دوراں مبارک

کسی کے زخم ہائے دل کو یا رب
کسی کی جنبشِ مژگاں مبارک

درِ وارث پہ ہے بیدم کا بستر
تری جنت تجھے رضواں مبارک

○

اگر کعبہ کا رُخ بھی جانب مے خانہ ہو جائے
تو پھر سجدہ مری ہر لغزشِ مستانہ ہو جائے

وہی دل ہے جو حسن و عشق کا کاشانہ ہو جائے
وہ سر ہے جو کسی کی تیغ کا نذرانہ ہو جائے

یہ اچھی پردہ داری ہے یہ اچھی رازداری ہے
کہ جو آئے تمھاری بزم میں دیوانہ ہو جائے

مرا سر کٹ کے مقتل میں گرے قاتل کے قدموں پر
دم آخر ادا یوں سجدۂ شکرانہ ہو جائے

تری سرکار میں لایا ہوں ڈالی حسرتِ دل کی
عجب کیا ہے مرا منظور یہ نذرانہ ہو جائے

شبِ فرقت کا جب کچھ طول کم ہونا نہیں ممکن
تو میری زندگی کا مختصر افسانہ ہو جائے

وہ سجدے جن سے برسوں ہم نے کعبہ کو سجایا ہے
جو بت خانے کو مل جائیں تو پھر بت خانہ ہو جائے

کسی کی زلف بکھرے اور بکھر کر دوش پر آئے
دلِ صد چاک الجھے اور الجھ کر شانہ ہو جائے

یہاں ہونا نہ ہونا ہے نہ ہونا عین ہونا ہے
جسے ہونا ہو کچھ خاکِ درِ جانانہ ہو جائے

سحر تک سب کا ہے انجام جل کر خاک ہو جانا
بنے محفل میں کوئی شمع یا پروانہ ہو جائے

وہ مے دے دے جو پہلے شبلیؒ و منصورؒ کو دی تھی
تو بیدمؔ بھی نثارِ مرشدِ مے خانہ ہو جائے

○

کہیں محشر میں بھی وہ مائل پروانہ ہو جائے
بھری محفل میں چشم آرزو رسوا نہ ہو جائے

چلی ہیں میری آہیں عرش کا پایہ ہلانے کو
کہیں برہم نظامِ عالم بالا نہ ہو جائے

فریبِ حسن صورت آفریں کا جال پھیلا ہے
کہیں اے شوق نظارہ تجھے دھوکا نہ ہو جائے

چلا تو ہے دل دیدار جو دیدار کی دھن میں
فروغ حسن جاناں حسن کا پروانہ ہو جائے

شرر افشانیوں سے آہِ عالم سوز کی ڈر ہے
کہیں برباد حسن و عشق کی دنیا نہ ہو جائے

تجلی جمال روئے عالم تاب کے آگے
کہیں یہ دیدۂ مشتاق نابینا نہ ہو جائے

سمجھتے ہو وہ بیدم کیوں نہیں آتے عیادت کو
انھیں ڈر ہے مریضِ غم کہیں اچھا نہ ہو جائے

وہ پردے سے نہیں نکلے تو کیا جانِ حزیں نکلی
یہ کس نے کہہ دیا حسرت نہیں نکلی نہیں نکلی
مرے دل میں جو آ بیٹھی تو پھر دل سے نہیں نکلی
کسی پردہ نشیں کی یاد بھی پردہ نشیں نکلی
لبِ زخمِ جگر سے پھر صدائے آفریں نکلی
کہیں تلوار کھینچے پھر کوئی چیں بہ جبیں نکلی
کسے لائی انھیں لائی کسے کھینچا انھیں کھینچا
نہ کچھ ہونے پہ بھی سب کچھ نگاہِ واپسیں نکلی
ہلالِ عید لیتا تھا قدم جھک جھک کے وحشت کے
گریباں سے گلے ملنے جو میری آستیں نکلی
مرادِ جبہہ فرسائی کو چھونے تک نہیں دیتی
انوکھی کیا اچھوتی کوئے جاناں کی زمیں نکلی
پکڑا ہی رہی سودائیوں کی دشتِ وحشت میں
ادھر سے چل دیا دامن اُدھر سے آستیں نکلی
تعلق ہی نہیں جب آپ کو تو پوچھنا کیا ہے
تمنائے دلِ مضطر کہاں نکلی نہیں نکلی

گلے پہ چلتے چلتے دے دیا دامن پہ بھی چھینٹا
چھری بھی میرے قاتل کی بہار آستیں نکلی

ستانے میں ستم ڈھانے میں اور مجھ کو مٹانے میں
کہیں بڑھ کر فلک سے کوئے جاناں کی زمیں نکلی

ابھی تو آسماں پر تھا دماغ اپنی تمنا کا
زمیں پیروں سے نکلی اس کے منہ سے جب نہیں نکلی

کسی پہ مر چکا تھا میں تو پھر یہ کیا تماشا ہے
دوبارہ کس لئے بے دم مری جان حزیں نکلی

آنکھوں کی راہ سے مرے دل میں اتر گئی
میرا تو فیصلہ نگہ ناز کر گئی

آئی ادھر بہار جوانی ادھر گئی
برباد کرنے آئی تھی برباد کر گئی

اچھا سلوک کر کے نسیم سحر گئی
پھیلا کے بوئے زلف پریشان کر گئی

اس رشک آفتاب کو دیکھا ہے خواب میں
سجدہ ہوا حرام نماز سحر گئی

دل کو سرور کیف محبت عطا کیا
سب کچھ نگاہ مرشد میخانہ کر گئی

پہلے بھی تیغ ناز چمکتے ہیں برق تھی
میرے لہو میں ڈوب کے دونی نکھر گئی

اب شور حشر مجھ کو جگائے تو غم نہیں
میں سو گیا لحد میں مری نیند بھر گئی

سینے چھٹے کہ راہ محبت میں سر گیا
اور سر کے ساتھ ہی خلش درد سر گئی

رونے سے تیرے بھانپ لیا سب نے میرا حال
محفل میں آبرو مری اے چشم تر گئی

فرماتے ہیں وہ سن کے مری داستان غم
چھوڑو اس کا ذکر خیر جو گزری گذر گئی

شیرازۂ سکون پریشاں ہو گیا
بیدمؔ بیاضِ حسرت و ارماں بکھر گئی

فرقت میں زندگی مجھے اپنی اکھر گئی
اے مرگِ ناگہاں تو کہاں جا کے مر گئی

قسمت کے میری پیچ نکلنا محال ہیں
یہ زلف تو نہیں کہ سنوارا سنور گئی

تو نے کیا تباہ کہ تیری نگاہ نے
تو کام کر گیا کہ نظر کام کر گئی

یہ میرا منہ کہ منہ سے جو نکلا وہی کیا
یہ آپ کی زبان کہ کہہ کر مکر گئی

موقوف دیر پر ہے نہ کعبہ پہ منحصر
دیکھا کئے انھیں کو جہاں تک نظر گئی

ساغر ہے میرے ہاتھ میں اے اہلِ مے کدہ
توبہ کو دیکھنا مری توبہ کدھر گئی

خیر آپ تو بخیر رہے گھر رقیب کے
یاں بھی ہمارے دل پہ جو گذری گذر گئی

وہ آبدیدہ بیٹھے ہیں بیدمؔ کی لاش پر
اب پانی مے کے آئے ہیں جب پیاس مر گئی

جب سے دل کشمکشِ گیسو و رخسار میں ہے
مومنوں میں ہے شمار اپنا نہ کفار میں ہے

سر میں دل میں جگر و دیدۂ خونبار میں ہے
اک مرا دل کہ تمنائے خریدار میں ہے

سر دیا جس نے رہِ عشق میں سردار ہوا
سچ ہے معراجِ محبت رسن و دار میں ہے

طور ہی پر نہیں موقوف لقائے محبوب
آنکھ والوں کے لئے ہر در و دیوار میں ہے

تشنہ کامانِ شہادت کی بجھا تشنہ لبی
اسی پانی سے جو پانی تری تلوار میں ہے

کاسۂ چشمِ تمنا میں جو چاہے بھر دے
اے شہِ حسن کمی کیا تری سرکار میں ہے

واقعی قیدیٔ زنجیرِ مذہب ہیں وہ لوگ
جو سمجھتے ہیں خدا سبحہ و زنار میں ہے

یوں تو دل کیا تھا مرے دل کی حقیقت کیا تھی
اب سبھی کچھ ہے یہ جب سے نگہِ یار میں ہے

ناز اٹھاتا ہے کوئی اس کی جبیں سائی کے
آج پیشانی بیدمؔ تری سرکار میں ہے

لا نہیں سکتا انہیں شورِ قیامت ہوش میں
سوئے جو اس سایۂ دیوار کے آغوش میں

لے کے خاکِ قیس کو بادِ صبا آغوش میں
جا رہی ہے کوئے لیلیٰ کی طرف کس جوش میں

میرے عصیاں دیکھ کر میری ندامت دیکھ کر
کیسے ممکن ہے تری رحمت نہ آئے جوش میں

کوچۂ زلفِ رسا سے لخلخہ لائی نسیم
بے خودی ہشیار لے آتے ہیں اب ہم ہوش میں

ساقیِ کوثر سے سن کر مژدہ لا تقنطوا
جس کو دیکھو منہمک ہے شغلِ نوشا نوش میں

دیکھ کر دریا رواں اشکوں کا میری آنکھ سے
لہریں لیتا ہے تبسم اس لبِ خاموش میں

آپ سے بیدم بھی گذرا ساقیا لینا خبر
صورتِ منصور ان کہنی نہ کہہ دے جوش میں

نکلے ہیں سج کے حجلہ نشینانِ اضطراب
ہر اشک ہے بہارِ گلستانِ اضطراب

جان و جگر ہے تابعِ فرمانِ اضطراب
دنیائے دل ہے عالمِ امکانِ اضطراب

آہستہ چل خدا کے لئے صرصرِ الم
برباد ہو نہ خاکِ شہیدانِ اضطراب

پہلو میں آج کل مرے دل کا پتہ نہیں
گم ہو گیا ہے یوسفِ کنعانِ اضطراب

دل منزلِ فراق کی تاریک راہ میں
لے کر چلا ہے مشعلِ تابانِ اضطراب

دل میں ہوائے شوق کے جھونکوں کا زور ہے
دیکھو اڑے نہ گوشۂ دامانِ اضطراب

اے انبساطِ وعدۂ باطل نہ دل سے جا
لے دے کے ایک تو ہی تو ہے جانِ اضطراب

بیدم کسی کی ابرو و مژگاں کی یاد میں
چلتے ہیں دل پہ خنجر و پیکانِ اضطراب

یوں ہر اک جلوہ میں ہے جلوہ نما کی صورت
بندے بندے میں ہے جس طرح خدا کی صورت

اشک کی طرح تری آنکھوں سے گرنے والے
مل گئے خاک میں نقشِ کفِ پا کی صورت

جیتے جی جس کے تصور میں ہوئی عمر تمام
قبر میں بھی وہی آنکھوں میں پھرا کی صورت

اللہ اللہ رے مجبوری بیمارِ الم
نہ دوا کی کوئی صورت نہ دُعا کی صورت

آپ کی چشمِ عنایت کا اشارہ نہ ہوا
دیکھتی رہ گئی تاثیرِ دُعا کی صورت

یادِ گیسو نے مرے دل کو ابھارا بیدمؔ
آسماں پر نظر آئی جو گھٹا کی صورت

○

کہنے والے اپنی اپنی کہہ گئے
ہم تو ان کا منہ ہی تکتے رہ گئے

حسرتیں ساری ہوئیں پامالِ غم
لختِ دل اشکوں میں مل کر بہہ گئے

یہ ملا عرضِ تمنا کا جواب
مسکراتے مسکرا کر رہ گئے

آئے تھے داغِ جگر کے سامنے
منہ کی کھا کر آج مہر و مہ گئے

مجھ سے پوچھو ان کی خاموشی کا حال
کچھ نہ کہنے پر بھی سب کچھ کہہ گئے

سب گئے بیدمؔ مدینہ کو مگر
ہائے تم اب کے برس بھی رہ گئے

ہے دلِ محزوں مکانِ دردِ دل — اچھی دنیا ہے جہانِ دردِ دل

دل بنا ہے قصہ خوانِ دردِ دل — اب سنو تم داستانِ دردِ دل

ماجرائے دردِ دل سے پوچھئے — دل ہے اپنا ترجمانِ دردِ دل

اٹھ رہے ہیں بیٹھ کر پہلو سے وہ — ہو رہا ہے امتحانِ دردِ دل

ایک لفظِ آہ میں پوشیدہ ہے — سر سے پا تک داستانِ دردِ دل

آ گیا پہلو میں وہ رشکِ مسیح — مٹ گیا نام و نشانِ دردِ دل

بحرِ دلِ بیدم میں ہے ہلچل سکوں
ٹوٹ پڑا ہے آسمانِ دردِ دل

○

قیس کوئے لیلیٰ میں جب پئے نماز آیا
کعبہ سامنے سے کر عشق سحر ساز آیا

دردِ دل نے چونکایا بے خودی نے چٹکی لی
شوق نے کہا لے دیکھ، وہ حریمِ ناز آیا

یوں ہی میری آنکھوں میں آ کے وہ سما جائیں
جیسے ان کی آنکھوں میں شب کو خوابِ ناز آیا

ساتھ لے کے دشمن کو میرے گھر نہ آئیں آپ
ایسی مہربانی سے مہرباں میں باز آیا

ہوش بھی ہوئے رخصت عقل نے بھی چھوڑا ساتھ
شوق مجھ کو پہنچانے تا حریمِ ناز آیا

غزنوی کے آتے ہی شور ہوگا محشر میں
بندۂ ایاز آیا بندۂ ایاز آیا

صورتوں کا شیدائی، شیخ کا ہوا طالب
جادۂ حقیقت پر رہروِ مجاز آیا

جب چلا سوئے مقتل شوق جاں نثاری میں
دل کے خیر مقدم کو بڑھ کے تیرِ ناز آیا

شکوۂ جفا و جور ہمدم اب کریں کس سے
درد دینے والا ہی بن کے چارہ ساز آیا

ہلاکِ تیغِ جفا یا شہیدِ ناز کرے
ترا کرم ہے جسے جیسے سرفراز کرے

ہر ایک ذرہ ہے عالم کا گوشِ برآواز
تو پھر کہاں پہ کوئی گفتگوئے راز کرے

تجلیاں جسے گھیرے ہوں تیرے جلووں کی
وہ دیر و کعبہ میں کیا خاک امتیاز کرے

محال ترکِ خیالِ نجات ہے لیکن
وہ بے نیاز جسے چاہے بے نیاز کرے

مرے کریم جو بے مانگے تجھ سے پاتا ہو
وہ جا کے کیوں کہیں دستِ طلب دراز کرے

یہ حسن و عشق کا ہے اتحاد یک رنگی
وہی ہے مرضیِ محمود جو ایاز کرے

بنائے زندۂ جاوید یا کرے ہمدم
مرے سر آنکھوں پہ جو کچھ نگاہِ ناز کرے

حال ابتر ہے ہجر میں دل کا — بجھ رہا ہے چراغ محفل کا

داد دے دے کے بے قراری کی — دل بڑھاتے ہیں وہ مرے دل کا

صبر و تسکین لے گئی وہ نگاہ — لٹ گیا آج قافلہ دل کا

میں وہ کشتی ہوں بحرِ فرقت میں — منہ نہ دیکھا ہو جس نے ساحل کا

سرمۂ چشمِ نُہ فلک ٹھہری — اللہ اللہ یہ مرتبہ گِل کا

کس سے پوچھیں کہاں تلاش کریں — کئی دن سے پتہ نہیں دل کا

تابِ نظارہ لائے گا لے قیس — اٹھ بھی جائے جو پردہ محمل کا

یار تیرے مٹے ہوؤں کے نشاں — کچھ پتہ دے رہے ہیں منزل کا

ناخدا پار کر مرا بیڑا — واسطہ تجھ کو اہلِ ساحل کا

آ کے نکلا نہ دل سے تیرِ نظر — یہ بھی ارمان بن گیا دل کا

قیس کے جذبِ دل کی تاثیریں — کھینچ لیتی ہیں پردہ محمل کا

چھوٹیں سن لیں اگر نویدِ بہار — غنچے منہ چوم لیں عنادل کا

میرا کیا پھونکتا ہے برقِ جمال — پھونک دے بڑھ کے پردہ محمل کا

لائقِ بیدم عدم سے ہستی میں
کیا ٹھکانا ہے وحشتِ دل کا

○

ہوا ختم ہستی کا میری فسانہ — بدلتا رہے کروٹیں اب زمانہ

زمانہ میں ہے یہ بھی کوئی زمانہ — کہ قیدِ قفس اور بے آب و دانہ

ادا ہو نماز اپنی یوں بیدمؔ — مرا سر ہو اور یار کا آستانہ

دکھائے نہ اللہ پھر وہ زمانہ — کہ آگے قفس کے جلے آشیانہ
انھیں کیا ضرورت ہے تیر و کماں کی — نظر سے اڑائیں جو دل کا نشانہ
مرے غم کدہ میں وہ آئیں تو اک دن — لٹا دوں گا میں حسرتوں کا خزانہ
خرد نے جہاں مصلحت پر نظر کی — لگایا وہیں عشق نے تازیانہ
میں کیوں خواب میں فصل گل دیکھتا ہوں — پھر آئے گا کیا ہم نشیں وہ زمانہ
ابھی جس کو بجلی جلا کر گئی ہے — اسی شاخ پر تھا مرا آشیانہ
حرم میں کبھی اور کبھی بت کدہ میں — تجھے ہم نے ڈھونڈھا ہے خانہ بخانہ
ہمیں کعبہ و بت کدہ سے غرض کیا — سلامت رہے یار کا آستانہ

نہ ہنستے بنے اور نہ روتے ہی بیدمؔ
محبت کا ہے کچھ عجب کارخانہ

نورِ نظرِ احمدِ مختار کی چادر — لختِ جگرِ حیدرِ کرار کی چادر
ہیں وجد میں حلقہ کئے اقطاب زمانہ — اور سر پہ ہے سرحلقۂ ابرار کی چادر
قدسی اسے کیونکر نہ رکھیں اپنے سروں پر — ہے پنجتن پاک کے دلدار کی چادر
سرکار نوازیں تو نوازش ہے کرم ہے — ہم لائے ہیں سرکار میں سرکار کی چادر

جب جب درِ وارث پہ رسائی ہوئی بیدمؔ
گل ہائے سخن گوندھ کے تیار کی چادر

سہارا موجوں کا لے لے کے بڑھ رہا ہوں میں
سفینہ جس کا ہے طوفاں وہ نا خدا ہوں میں

خود اپنے جلوۂ ہستی کا مبتلا ہوں میں
نہ مدعی ہوں کسی کا نہ مدعا ہوں میں

کچھ آگے عالمِ ہستی سے گونجتا ہوں میں
کہ دل سے ٹوٹتے ہوئے ساز کی صدا ہوں میں

پڑا ہوا ہوں جہاں جس طرح پڑا ہوں میں
جو تیرے در سے نہ اٹھے وہ نقشِ پا ہوں میں

جہانِ عشق میں گو پیکرِ وفا ہوں میں
تری نگاہ میں جب کچھ نہیں تو کیا ہوں میں

تجلیات کی تصویر کھینچ کر دل میں
تصورات کی دنیا بسا رہا ہوں میں

جنونِ عشق کی نیرنگیاں ارے توبہ
کبھی خدا ہوں کبھی بندۂ خدا ہوں میں

بدلتی رہتی ہے دنیا مرے خیالوں کی
کبھی ملا ہوں کبھی یار سے جدا ہوں میں

حیات و موت کے جلوے ہیں مری ہستی میں
تغیراتِ دو عالم کا آئینہ ہوں میں

تری عطا کے تصدق ترے کرم کے نثار
کہ اب تو اپنی نظر میں بھی دوسرا ہوں میں

بقا کی فکر نہ اندیشۂ فنا مجھ کو
تعینات کی حد سے گذر گیا ہوں میں

مجھی کو دیکھ لیں اب تیرے دیکھنے والے
تو آئینہ ہے مرا تیرا آئینہ ہوں میں

میں مٹ گیا ہوں تو پھر کس کا نام ہے بیدم
وہ مل گئے ہیں تو پھر کس کو ڈھونڈتا ہوں میں

بحالِ خستہ و گم کردہ راہے ۔ نگاہے خسروِ خوباں نگاہے
سجودِ آرزو شام و پگاہے ۔ بسوئے آستانِ کج کلاہے
برائے تشنہ کامانِ محبت ۔ درِ تو مامن و امید گاہے
قدم از روضہ بیروں نہ خدا را ۔ ہزاراں دیدۂ دل فرشِ راہے
بہر دم خوبیِ حسنش فزوں باد ۔ الٰہی تا فروغِ مہر و ماہے
بیا در حلقۂ پیرِ خرابات ۔ برواز خواجگی و خانقاہے

شہنشاہِ زمانہ ہست بیدم
گدائے وارث" عالم پناہے

سینہ میں دل ہے دل میں داغ داغ میں سوز و سازِ عشق
پردہ بہ پردہ ہے نہاں پردہ نشیں کا رازِ عشق

ناز کبھی نیاز ہے اور نیاز ، نازِ عشق
ختم ہوا نہ ہو کبھی سلسلۂ درازِ عشق

عشق ادا نوازِ حسن، حسن کرشمہ سازِ عشق
آج سے کیا ازل سے ہے حسن سے سازبازِ عشق

اپنی خبر کہاں انہیں جن پہ کھلا ہے رازِ عشق
سارے شعور مٹ گئے جب ہوا امتیازِ عشق

ہوش و خرد بھی الفراق بیٹھی و بیٹھے کہیں
حضرتِ دل کا خیر سے ہے سفرِ حجازِ عشق

پیرِ مغاں کے پائے ناز اور مرا سرِ نیاز
ہوتی ہے مے کدہ میں روز اپنی یونہی نمازِ عشق

حسرت و یاس و آرزو شوق کا اقتدا کریں
کشتۂ غم کی لاش پر دھوم سے ہو نمازِ عشق

عشق کی ذات ہی سے ہے خوبیِ حسن و شانِ عشق
حُسن کے دم قدم سے ہے سارا یہ سوز و سازِ عشق

اے دلِ دردمند پھر نالہ ہو کوئی دل گداز
سونی پڑی ہے بزمِ شوق چھیڑ دے اپنا سازِ عشق

ہوش و خرد عدوئے عشق، عشق ہے دشمنِ خرد
ہے نہ ہوا نہ ہو کبھی عقل سے سازبازِ عشق

بیدمِ خستہ ہے کہاں، اصل میں کوئی اور ہے
زمزمہ سنجِ بے خودی نغمہ طرازِ سازِ عشق

جو دینا ہے تو ایسا جام دے پیرِ مغاں مجھ کو
کہ پیتے پیتے آجائے سرورِ جاوداں مجھ کو

پسند آتا نہیں قصہ کسی کا قصہ خواں مجھ کو
سنانا ہے تو میری ہی سنا دے داستاں مجھ کو

شبستانِ عدم سے لا کے ڈالا بزمِ ہستی میں
نہیں معلوم لے جائے گی اب وحشت کہاں مجھ کو

یہ باتیں کرتے کرتے کیوں زباں رکنے لگی آخر
کھٹکتا ہے ترا پیغام بر طرزِ بیاں مجھ کو

مری دنیا بدل دی جنبشِ ابروئے جاناں نے
زمیں تھا آسماں یا اب زمیں ہے آسماں مجھ کو

مرا پہلو بدلنا اس کے رنگِ رخ کا اڑ جانا
ڈبو دے گا کسی دن اضطرابِ ناگہاں مجھ کو

اگر بجلی نہیں تو روئے روشن کی تجلی ہے
نظر آتا تو ہے پردہ سے کوئی ضو فشاں مجھ کو

مرے گریہ نے مجھ کو منزلِ مقصد پہ پہنچایا
بہا کر لے گئے ان تک مرے اشکِ رواں مجھ کو

زمینِ کوئے جاناں کوئی میدانِ قیامت ہے
کہ ہر ذرہ میں ہے اک گردشِ ہفت آسماں مجھ کو

سکون و صبر نے جس دن سے میرا ساتھ چھوڑا ہے
کہا کرتے ہیں اب وہ یوسفِ بے کارواں مجھ کو

جواں کا نام لیتے لیتے میرا دم نکل جائے
تو میری موت ہو بیدم حیات جاوداں مجھ کو

وہ گھبرائے کچھ ایسے آج میرے شور و شیون سے
کہ جیسے بیٹھے تھے ویسے ہی اٹھے بزم دشمن سے

نہیں بچتا نہیں بچتا کوئی اس چشم پرفن سے
قضا بھی بچ کے چلتی ہے غضب آلودہ چتون سے

جہاں رکھتا ہوں تنکے آشیاں کے پھونک دیتی ہے
تجھے تو ضد سی ہے اے برق کچھ میرے نشیمن سے

اسی حسرت میں روتا ہوں یہی ارماں رلاتا ہے
کہ میرے اشک پونچھے کاش کوئی اپنے دامن سے

ترے دیوانے سے خار مغیلاں کو یہ الفت ہے
کہ لیتا ہے قدم کوئی کوئی لپٹا ہے دامن سے

نئی وحشت کا پہلا روز روز عید ہے گویا
کہ ملنے کو بڑھا چاک گریباں چاک دامن سے

جنوں میں دشت سے جانے کا جب میں نام لیتا ہوں
تو کانٹے کس محبت سے لپٹ جاتے ہیں دامن سے

الٰہی میرے راز دل کا اب تو ہی نگہباں ہے
کہ جو کہنی نہ تھی وہ بات کہہ گذرا ہوں دشمن سے

خزانہ ہے مرا دل حسرت و یاس و تمنا کا
جسے جو چاہیئے لے جائے آ کر میرے زمن سے
صبا اترے ہوئے پھولوں کو کاندھا دینے آئی ہے
جنازے پر جنازہ اٹھ رہا ہے صحن گلشن سے
بحمد اللہ وہی بیدمؔ کے دل میں جلوہ فرما ہیں
خجل ہیں چاند سورج دونوں جن کے نور روشن سے

لڑکھڑاتا کیوں ہے آخر بزم میں پیمانہ آج
یاد آئی کیا کسی کی لغزش مستانہ آج
ان کے آتے ہی ہوئی کیا حالت مے خانہ آج
شیشہ پر شیشہ گرا، پیمانہ پر پیمانہ آج
ٹوٹی زاہد ہی کی توبہ بچ گیا پیمانہ آج
رہ گئی الحمد للہ عزت مے خانہ آج
مست ہو جانے پہ بھی ساغر نہ چھوٹے ہاتھ سے
تیرے ہاتھوں لاج ہے اے لغزش مستانہ آج
ہو نہ ہو میرے ہی سوز عشق کا مذکور ہے
شمع سے کچھ کہہ رہا ہے بزم میں پروانہ آج
خون دل لخت جگر حاضر ہیں دعوت کے لئے
قلب مضطر کا ہے مہماں جلوۂ جانانہ آج
دل جگر دونوں ہی مشتاق شہادت ہیں مرے
اے نگاہ یار کوئی وار ہو ترکانہ آج
ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ بجھ گئی دل کی لگی
شمع کے دامن سے لپٹا رہ گیا پروانہ آج
اٹھ گئے بیدمؔ کی آنکھوں سے حجابات دوئی
ایک ہے اس کی نظر میں کعبہ و بت خانہ آج

ہے لیلیٰ زیبِ محمل اور یادِ قیس ہے دل میں
یہ اک لیلیٰ ہے لیلیٰ میں یہ اک محمل ہے محمل میں

نگاہِ ناز کے تیر اس طرح آئے مرے دل میں
کہ جیسے دوڑ کر چھپ جائے لیلیٰ اپنے محمل میں

نگاہِ قیس سے چھپنے پہ بھی اوجھل نہیں لیلیٰ
کہ چشمِ شوق کے پردے پڑے ہیں اس کے محمل میں

اسے اعجازِ الفت گر نہیں کہتے تو پھر کیا ہے
کہ لیلیٰ دشت میں پھرتی ہے اور مجنوں ہے محمل میں

اُدھر مجنوں یہ کہتا ہے کہ میں نے دشت میں دیکھا
اِدھر یہ لطف ہے لیلیٰ رہی محمل کے محمل میں

تصور ان کا آنکھوں میں ہے اور آنکھیں ہیں بند اپنی
پڑے ہیں پردے محمل کے اور اک لیلیٰ ہے محمل میں

ہماری لاش پر اس طرح سے گہوارہ ہے بیدمؔ
کہ جیسے گم شدہ لیلیٰ کا محمل ہو محمل میں

○

کام میرا کسی تدبیر سے آساں نہ ہوا
جو مرض مجھ کو ہوا قابلِ درماں نہ ہوا

ان کی محفل میں چھپائے نہ چھپا سوزِ نہاں
داغِ دل میرا چراغِ تہِ داماں نہ ہوا

اور تو تربتِ بیکس پہ کوئی کیا روتا
ابر بھی آکے مری خاک پہ گریاں نہ ہوا

یاں بھی کیا میری نہ فریاد سنے گا کوئی
گھر ہوا آپ کا یہ حشر کا میداں نہ ہوا

سینکڑوں مردے جلاتے کئے بیمار اچھے — آپ سے ایک مرے درد کا درماں نہ ہوا
ایک دردِ دلِ بیمار رہا جان کے ساتھ — اور تو کوئی شریکِ غمِ ہجراں نہ ہوا
ایک ارمان نکلتا ہے تو سو آتے ہیں
دل عجب گھر ہے کہ بیدم کبھی ویراں نہ ہوا

○

ہم مے کدے سے مر کے بھی باہر نہ جائیں گے
مے کش ہماری خاک کے ساغر بنائیں گے
وہ اک کہیں گے ہم سے تو ہم سو سنائیں گے
منہ آئیں گے ہمارے تو اب منہ کی کھائیں گے
کچھ چارہ سازی نالوں نے کی ہجر میں میری
کچھ اشک میرے دل کی لگی کو بجھائیں گے
وہ مثلِ اشک اٹھ نہیں سکتا زمین سے
جس کو حضور اپنی نظر سے گرائیں گے
جھونکے نسیمِ صبح کے آ کے ہجر میں
اک دن چراغِ ہستیِ عاشق بجھائیں گے
صحرا کی گرد ہوگی کفن مجھ غریب کا
اٹھ کر بگولے میرا جنازہ اٹھائیں گے
گردش نے میری چرخ کا چکرا دیا دماغ
نالوں سے اب زمیں کے طبق تھرتھرائیں گے

بیدم وہ خوش نہیں ہیں تو اچھا یونہی سہی
ناخوش ہی ہو کے غیر مرا کیا بنائیں گے

○

یہ خسروی و شوکتِ شاہانہ مبارک — یہ قصر یہ خدام یہ کاشانہ مبارک
مستوں کو مبارک درِ مے خانہ کے سجدے — مے خانہ تجھے مرشدِ مے خانہ مبارک
اے چشمِ تمنا تری امید بر آئی — اٹھتا ہے نقابِ رُخِ جانانہ مبارک
بلبل کو مبارک ہو ہوائے گل و گلشن — پروانہ کو سوزِ دلِ پروانہ مبارک
لو اٹھ گئے سب جلوہ گہِ ناز کے پردے — نظارۂ حسنِ رُخِ جانانہ مبارک
سرمد کو مبارک ہوں مے صاف کے ساغر
بیدم ہمیں دُردِ تہہ پیمانہ مبارک

○

حضورِ وارث عالی مقام کی چادر — حبیبِ حضرتِ خیر الانام کی چادر
ارم سے روضۂ وارث پہ حوریں لاتی ہیں — بنا بنا کے درود و سلام کی چادر
ردائے فاطمہ زہرا یہ طشتِ نور میں ہے — کہ ہے حسین علیہ السلام کی چادر
مری بلا کو ہو خورشید حشر کا کھٹکا — کہ میرے سر پہ ہے میرے امام کی چادر
درِ حضور پہ حاضر ہے آپ کا بیدم
قبول کیجئے مولا غلام کی چادر

○

اس طرف بھی کرم اے رشکِ مسیحا کرنا
کہ تمھیں آتا ہے بیمار کا اچھا کرنا

بے خودِ جلوہ سے کہتا ہے یہ جلوہ ان کا
لطفِ نظّارہ اٹھا ہوش سنبھالا کرنا

لے جنوں کیوں لئے جاتا ہے بیاباں میں مجھے
جب تجھے آتا ہے گھر کو مرے صحرا کرنا

جب بجز تیرے کوئی دوسرا موجود نہیں
پھر سمجھ میں نہیں آتا ترا پردا کرنا

یہی وہ کام ہیں ناکام محبت کے لئے
کبھی ان کا کبھی تقدیر کا شکوا کرنا

ہم بھی دیکھیں ترے آئینۂ رُخ کو لیکن
شاق ہے گردِ نظر سے اُسے دھندلا کرنا

کوئی جا ہو وہ حرم ہو کہ صنم خانہ ہو
ہم کو نقشِ قدمِ یار پہ سجدا کرنا

دیکھ لے جا کے وہ دریا پہ تماشائے حباب
جس کو منظور ہو نظّارۂ دنیا کرنا

پردۂ ہستی موہوم مٹا دو پہلے
پھر جہاں چاہو وہاں یار کو دیکھا کرنا

شکوہ اور شکوۂ محبوب الٰہی توبہ
کفر ہے مذہبِ عشّاق میں شکوا کرنا

ایک تم ہو کہ تمھیں بات کا کچھ پاس نہیں
اور اک ہم کہ ہمیں منہ سے جو کہنا کرنا

وہ مرے اشک کو دامن پہ جگہ دیتے ہیں
یعنی منظور ہے اس قطرے کو دریا کرنا

ایسی آنکھوں کے تصدق مری آنکھیں بیدم
کہ جنھیں آتا ہے اغیار کو اپنا کرنا

○

یہ ساقی کی کرامت ہے کہ فیضِ مے پرستی ہے
گھٹا کے بھیس میں مے خانہ پر رحمت برستی ہے

یہ جو کچھ دیکھتا ہے تو فریبِ خوابِ ہستی ہے
تخیّل کے کرشمے ہیں بلندی ہے کہ پستی ہے

وہاں ہیں ہم جہاں بیدمؔ نہ ویرانہ نہ بستی ہے
نہ پابندی نہ آزادی نہ ہشیاری نہ مستی ہے

تری نظروں پہ چڑھنا اور ترے دل سے اتر جانا
محبت میں بلندی اس کو کہتے ہیں وہ پستی ہے

وہی ہم تھے کبھی جو رات دن پھولوں میں تُلتے تھے
وہی ہم ہیں کہ تربت چار پھولوں کو ترستی ہے

اسے بھی ناوکِ جاناں تو اپنے ساتھ لیتا جا
کہ میری آرزو دل سے نکلنے کو ترستی ہے

کرشمے ہیں کہ نقاشِ ازل نیرنگیاں تیری
جہاں میں مائلِ رنگِ فنا ہر نقشِ ہستی ہے

ہر اک ذرہ میں ہے انی انا اللہ کی صدا ساقی
عجب مے کش تھے جن کی خاک میں بھی جوشِ مستی ہے

خدا رکھے دلِ پُرسوز تیری شعلہ افشانی
کہ تو وہ شمع ہے جو رونقِ دربارِ ہستی ہے

مرے دل کے سوا تو نے بھی دیکھا ہے کسی میری
کہ آبادی نہ ہو جس میں کوئی ایسی بھی بستی ہے

حجاباتِ تعین مانعِ دیدار سمجھا تھا
جو دیکھا تو نقابِ روئے جاناں میری ہستی ہے

عجب دنیائے حیرت عالمِ گورِ غریباں ہے
کہ ویرانہ کا ویرانہ ہے اور بستی کی بستی ہے

کہیں ہے عبدہٗ کی دھن کہیں شورِ انا الحق ہے
کہیں اخفائے مستی ہے کہیں اظہارِ مستی ہے
بنایا رشکِ مہر و مہ تری ذرّہ نوازی نے
نہیں تو کیا ہے بیدم اور کیا بیدم کی ہستی ہے

کیا سنائے مبتلائے دردِ دل — کیا سنوگے ماجرائے دردِ دل
آپ ہی نے درد بخشا ہے مجھے — آپ ہی دیں گے دوائے دردِ دل
دردِ دل سے زندگی ہے زندگی — جاں صدقے دل فدائے دردِ دل
انتہائے درد اس کا نام ہے — دل کو ڈھونڈے اور نہ پائے دردِ دل
موت کرتی ہے علاجِ اہلِ درد — دردِ دل خود ہے دوائے دردِ دل
حضرتِ عیسیٰ یہ ان کا کام ہے — آپ کیا جانیں دوائے دردِ دل
ہم نے دل سی چیز دے دی آپ کو — آپ کیا دیں گے سوائے دردِ دل
دردِ دل گر بانٹنے کی چیز ہو — بانٹ لیں اپنے پرائے دردِ دل
دردِ دل پیدا ہوا دل کے لئے
اور دلِ بیدم برائے دردِ دل

کون سا گھر ہے کہ اے جاں نہیں کاشانہ ترا   اور جلوہ خانہ ترا
مے کدہ تیرا ہے کعبہ ترا بُت خانہ ترا   سب ہے جانانہ ترا
تو کسی شکل میں ہو میں ترا شیدائی ہوں   تیرا سودائی ہوں
تو اگر شمع ہے اے دوست میں پروانہ ترا   یعنی دیوانہ ترا
مجھ کو بھی جام کوئی پیرِ خرابات ملے   تیری خیرات ملے
تا قیامت یوں ہی جاری رہے پیمانہ ترا   رہے مے خانہ ترا
تیرے دروازے پہ حاضر ہے ترے در کا فقیر   اے امیروں کے امیر
مجھ پہ بھی ہو کبھی الطافِ کریمانہ ترا   لطفِ شاہانہ ترا
صدقہ مے خانہ کا ساقی مجھے بے ہوش دے   خود فراموشی دے
یوں تو سب کہتے ہیں بیدم ترا مستانہ ترا   اب ہوں دیوانہ ترا

حشر بھی یونہی جائے گا اے دلِ بے قرار کیا
یونہی رہیں گے تشنہ کام تشنۂ دیدِ یار کیا
مژدۂ فصلِ گل صبا جا کے رقیب کو سنا
مجھ کو بہار سے غرض میرے لئے بہار کیا
یار کی جلوہ گاہ میں پردے پڑے تو یہ نہ پوچھ
دیکھتی رہ گئی ادھر چشمِ امیدوار کیا
جامۂ عقل و ہوش تو نذرِ جنوں کر چکے
کس کے ہوں تار تار اب کیجئے تار تار کیا

دیر و حرم میں چشمِ شوق ڈھونڈ پھری پتہ نہیں
دل نے چھپا کے رکھ لیا نقشۂ روئے یار کیا

اپنی وفا کے ساتھ ساتھ ان کی جفا بھی یاد ہے
روزِ شمار کے لئے اور رکھیں شمار کیا

داورِ حشر بے شمار میرے قصور ہیں تو ہوں
تجھ سے کریم کے لئے مجھ سا گناہ گار کیا

بیدمؔ خستہ دل کی روز آنکھیں ہیں ڈھونڈتی اسے
طور پر گر کے کھو گئی برقِ جمالِ یار کیا

تیرے خیال میں دل دنیا کو دیکھتا ہے
آئینۂ تصور جامِ جہاں نما ہے

آنکھوں میں جب تم آئے پھر دل ہی دور کیا ہے
اس راستے سے سیدھا کعبہ کا راستا ہے

اک دفترِ الم ہے میری کتابِ ہستی
ہر حرف زندگی کا دیباچہ فنا ہے

میرا عروج سجدہ پہنچا ہے لامکاں تک
اللہ آسماں پر یہ کس کا نقشِ پا ہے

اے نامرادیٔ دل ہم کیا یہ دیکھتے ہیں
دستِ طلب ہمارا منت کشِ دعا ہے

آتے ہی ایک ہچکی ٹوٹا طلسمِ ہستی
بربادیٔ تعین آبادیٔ فنا ہے

تھی میری حسرتوں کی جو اک بہار آخر
مایوسیوں نے اس کو دل سے مٹا دیا ہے

رفتارِ جور میں ہے کیا چرخ کو سلیقہ
ان کا ستم ستم ہے ان کی جفا جفا ہے

ارمان ہو کہ ان کا تیرِ نظر ہو بیدمؔ
جو دل تک آ گیا ہے دل ہی کا ہو رہا ہے

بت بھی اس میں رہتے تھے دل یار کا بھی کاشانہ تھا
ایک طرف کعبے کے جلوے ایک طرف بت خانہ تھا

دلبر ہیں اب دل کے مالک یہ بھی ایک زمانہ ہے
دل والے کہلاتے تھے ہم وہ بھی ایک زمانہ تھا

پھول نہ تھے آرائش تھی اس مست ادا کی آمد پر
ہاتھ میں ڈالی ڈالی کے اک ہلکا سا پیمانہ تھا

ہوش نہ تھا بے ہوشی تھی بے ہوشی میں پھر ہوش کہاں
یاد رہی خاموشی تھی جو بھول گئے افسانہ تھا

دل میں وصل کے ارماں بھی تھے اور ملالِ فرقت بھی
آبادی کی آبادی ویرانے کا ویرانہ تھا

اف رے بارِ ہوش جوانی آنکھ نہ ان کی اٹھتی تھی
مستانہ ہر ایک ادا تھی ہر عشوہ مستانہ تھا

شمع کے جلوے بھی یارب کیا خواب تھا جلنے والوں کا
صبح جو دیکھا محفل میں پروانہ ہی پروانہ تھا

دیکھ کے وہ تصویر مری کچھ کھوتے ہوئے سے کہتے ہیں
ہاں ہاں یاد تو آتا ہے اس شکل کا اک دیوانہ تھا

غیر کا شکوہ کیونکر رہتا دل میں جب امیدیں تھیں
اپنا پھر بھی اپنا تھا بیگانہ پھر بیگانہ تھا

بیدمؔ اس انداز سے کل یوں ہم نے کہی اپنی بیتی
ہر اک نے سمجھا محفل میں یہ میرا ہی افسانہ تھا

محشر کو پائمال کرے یا بپا کرے
جو چاہے آپ کی نگہ فتنہ زا کرے

ناصح کی بات مانے کہ دل کا کہا کرے
اب کہئے کوئی کیا نہ کرے اور کیا کرے

کب تک کسی کی کوئی تمنا کیا کرے
گھبرا کے اپنی جان نہ دے دے تو کیا کرے

اس عندلیب کو ہے قیامت کا سامنا
جس کا قفس کے آگے نشیمن جلا کرے

کس کام کی امید ہے ناکام کے لئے
ناکامیوں کو میری خدا کام کا کرے

جب میرے دردِ دل کا مداوا نہ ہو سکا
کوئی مسیح ہے تو مجھے کیا ہوا کرے

ان کو تو آئے دن نئے دل کی تلاش ہے
کوئی کہاں سے روز نیا دل دیا کرے

جس طرح ان کی زلف بڑھے ان کے دوش پر
یا رب! اسی طرح مری وحشت بڑھا کرے

ہیں بے خودی میں ان سے ہم آغوشیاں نصیب
تا حشر مجھ کو ہوش نہ آئے خدا کرے

دیکھے جو تجھ کو آئینہ دل میں جلوہ گر
حیرت سے چشم شوق ترا منہ تکا کرے

جلوے بھی سامنے ہیں وہ کافر بھی سامنے
کس کی طرف کو اب کوئی سجدہ ادا کرے

ہستی مری محیط رہے نیستی کے بعد
روشن بقا کا نام مآلِ فنا کرے

پردے میں ہے جمال تو ہے شور اس قدر
اور بے حجاب ہو تو خدا جانے کیا کرے

دم بھر میں آسمان بنا دے زمین کو
نقشِ جبیں کی قدر اگر نقشِ پا کرے

دامانِ استجاب کی کلیاں کھلی رہیں
یارب! وہ ہو قبول جو بیدمؔ دعا کرے

○

پڑا ہے نوشہ کے رُخ پر نقاب سہرے کا
چھپا ہے ابر میں یا آفتاب سہرے کا

ہیں پھول حمد کے نعت رسول کی کلیاں
جواب ہی نہیں اس لاجواب سہرے کا

یہ آج تجھ سے جواں بخت کے ہے سر پہ بندھا
تو اور بڑھ گیا حسن شباب سہرے کا

دولہن حسیں ہے تو نوشہ بھی ہے حسین و جمیل
ہر ایک پھول ہوا کامیاب سہرے کا

یہ گندھتے ہی سرِ نوشاہ پر بندھا بیدمؔ
نصیب تو کوئی دیکھے جناب سہرے کا

○

مہماں ہے خیالِ رُخِ جانانہ کسی کا — ہے منزلِ خورشید یہ خانہ کسی کا
نبھتا نہیں اس شوخ سے یارانہ کسی کا — سچ تو یہ ہے وہ دوست ہمارا نہ کسی کا
بے جا ہے کم و بیش کی ساقی سے شکایت — مے اتنی ہی دی جتنا تھا پیمانہ کسی کا
اے زاہد! اُسے پھر کہیں جانے کی ضرورت — جب کعبہ ہے سنگِ درِ جانانہ کسی کا
بے مانگے پلائی ہمیں اور خوب پلائی — تا حشر سلامت رہے مے خانہ کسی کا
اس طرح وہ سنتے ہیں مرے غم کی کہانی — کہتے ہیں سناؤ ہمیں افسانہ کسی کا
للہ اب اے مرشدِ مے خانہ خبر لے — مستی میں چھلکنے کو ہے پیمانہ کسی کا
تدبیر میں گو جنبشِ دامانِ سحر ہے — آتا ہی نہیں ہوش میں مستانہ کسی کا

دیوانہ جو سمجھے اُسے دیوانہ ہے بیدم
ہشیار سے ہشیار ہے دیوانہ کسی کا

ترے کمالِ ستم کی یہ یادگار رہے — کہ ہم رہیں نہ ہمارا کہیں مزار رہے
گلِ مراد کھلیں سینہ لالہ زار رہے — مرے چمن میں الٰہی سدا بہار رہے
وہ اضطراب کی دنیا ہے دل خدا رکھے — جہاں قرار بھی آئے تو بے قرار رہے
زمانہ بھر کو قیامت پہ ٹال رکھا ہے — کسے کسے ترے وعدہ کا اعتبار رہے
نرالا ہجر انوکھا وصال ہے اپنا — کہ ہم نہ دیکھ سکے اور وہ ہمکنار رہے
نصیب ہو تو یہ ہے سرفروش کی معراج — کہ پائمال تری راہ میں غبار رہے
یہ کیا کہ دل میں ہیں اور آنکھ دید سے محروم — کہیں بہار کہیں حسرتِ بہار رہے
ہوا ہوں خاکِ چمن اس لئے نسیمِ بہار — کہ پائمال اسی راہ میں غبار رہے

تو پھر وصال کی شب کے مزے مزے نہ رہیں | جو یادِ لذّتِ شب ہائے انتظار رہے
خدا رکھے تجھے تجھ سے ہی کام ہے مجھ کو | کوئی رہے نہ رہے تو خیالِ یار رہے
یہاں نہ ضبط کی طاقت نہ اضطراب کی تاب | جسے قرار رہا ہو وہ بے قرار رہے
بتوں سے دل نہ لگانا ثواب ہے واعظ | مگر اسی کو جسے دل پہ اختیار رہے
یہ کہہ کے چشمِ تمنا سے وہ ہوئے رخصت | یہ انتظار کا گھر ہے تو انتظار رہے

وہ کون ہے وہ میرا بدنصیب دل بیدمؔ
پہ چمن میں رہ کے جو بیگانۂ بہار رہے

○

وہ چلے جھٹک کے دامن مرے دستِ ناتواں سے
اسی دن کا آسرا تھا مجھے مرگِ ناگہاں سے

یہ حجابِ کفر و ایماں بھی ہٹا دو درمیاں سے
کہ مقامِ قرب آگے ہے حدودِ دو جہاں سے

مری طرح تھک نہ جائے کہیں حسرتِ فسردہ
کہ لپٹ کے چل تو دی ہے وہ غبارِ کارواں سے

مجھے شوق سے تغافل ترا پائمال کر دے
مرا سر اٹھا نہ اٹھے ترے سنگِ آستاں سے

ترے مے کدہ کا ساقی ہے بیاں بھی کیف آگیں
کہ ہوا کو ہے تواجد مرے ندرتِ بیاں سے

مری بیکسی کا عالم کوئی اس کے جی سے پوچھے
مری طرح لٹ گیا ہو جو بچھڑ کے کارواں سے
جو خیال میں بھی چھوٹے درِ پاک تیرا مجھ سے
تو لپٹ کے روئیں سجدے ترے سنگِ آستاں سے
تری رہ گزر تک اے جاں جو نصیب ہو رسائی
ملوں آنکھیں اپنی نقشِ کفِ پائے سارباں سے
وہی گونجتی ہیں اب تک مرے کان میں صدائیں
جو سنا تھا زمزمہ اک کبھی سازِ کُن فکاں سے
نہ ہو پاس پردہ ان کو نہ یہ پردہ داریاں ہوں
مری دکھ بھری کہانی جو سنے مری زباں سے
مری چشمِ حسرت آگیں یہ خرابیاں نہ دیکھے
جو قفس کو دور رکھ دے کوئی میرے آشیاں سے
مجھے خاک میں ملا کر مری خاک بھی اڑا دے
ترے نام پر مٹا ہوں مجھے کیا غرض نشاں سے
اسی خاکِ آستاں میں کسی دن فنا بھی ہو گا
کہ بنا ہوا ہے بیدمؔ اسی خاکِ آستاں سے

خیال ہے کہ انھیں بے نقاب دیکھیں گے
انھیں کھلی ہوئی آنکھوں سے خواب دیکھیں گے

نقاب کیسی انھیں بے نقاب دیکھیں گے
نگاہِ شوق کو ہم کامیاب دیکھیں گے

بدل نہ جائے کہیں نظمِ عالمِ ہستی
وہ حالتِ دلِ خانہ خراب دیکھیں گے

تیری نظر میں ترے دل میں تیری محفل میں
ہمیں بھی لوگ کبھی باریاب دیکھیں گے

کہاں تک اپنے گریباں کی خیر مانگیں ہم
اسی کو چاک اسی کو خراب دیکھیں گے

انھیں غریبوں کے حالِ خراب سے کیا کام
وہ آ کے کیوں میرا حالِ خراب دیکھیں گے

ہم اور رقیب سبھی ہوں گے آج مقتل میں
وہیں تیری نظر انتخاب دیکھیں گے

بدل گیا ہے زمانہ جو پھر گئی ہے نظر
کسے خبر تھی کہ یہ انقلاب دیکھیں گے

جو آج پردۂ دیر و حرم میں ہیں روپوش
انھیں کو حشر میں کل بے نقاب دیکھیں گے

ستا لے خوب ستا لے ہمیں دلِ مضطر
وہ آ گئے تو ترا اضطراب دیکھیں گے

حریمِ ناز میں اور چھپ کے بیٹھنے والے
کبھی تو اہلِ نظر بے نقاب دیکھیں گے

یہ لکھ کے نامۂ غم میں تو جان دیتا ہوں
جواب دیکھنے والے جواب دیکھیں گے

رہِ طلب میں جو خود مٹ گئے ہیں اے بیدمؔ
فنا کے بعد بقا کا وہ خواب دیکھیں گے

○

اس سنگِ آستاں پہ جبینِ نیاز ہے
واللہ کیا نماز ہماری نماز ہے

ہر آئینے کے پردے میں آئینہ ساز ہے
ہر بندے کے لباس میں بندہ نواز ہے

اے ہم نشیں وہ کوچۂ عشقِ مجاز ہے
محمود جس گلی میں غلامِ ایاز ہے

تصویرِ خامشی ہے جو غنچہ ہے باغ میں
ہر گل مری شگفتگیِ دل کا راز ہے

وہ خاکِ آستاں ہے تری خاکِ آستاں
جس پر جبینِ شوق کے سجدوں کو ناز ہے

کس کی طرف کو دستِ تمنا دراز ہو
عالم میں کوئی آپ سا بندہ نواز ہے

پھر دیکھیے ہر جمال میں جلوے جمیل کے
جب یہ کھلا کہ عینِ حقیقت مجاز ہے

زاہد کو اپنے زہد و عبادت پہ ہے غرور
مجھ کو ترے کرم تری رحمت پہ ناز ہے

کمالِ الفت بنانے نہ کیوں چشمِ غزنوی
خاکِ درِ ایاز میں دنیائے راز ہے

پھر لائے کیا نظر میں سلاطینِ دہر کو
بیدمؔ گدائے وارثِ عالم نواز ہے

○

موت کی ہچکی کے آتے ہی رشتۂ دنیا ٹوٹ گیا
روح نے تن سے پائی رہائی قید سے قیدی چھوٹ گیا

جس کے لئے ہم سب سے چھوٹے سب کو ہم نے چھوڑ دیا
واہ رے ناکامی مقدر وہ بھی ہم سے چھوٹ گیا

اشکوں میں رنگینی کیوں ہے اشک مرے رنگین ہیں کیوں
غم سے جگر کا خوں ہوا یا دل کا پھپھولا پھوٹ گیا

صبح سے سر کو دھنتا ہوں اور بیٹھا تنکے چنتا ہوں
کوئی اندھیری رات میں آکر خانۂ دل کو لوٹ گیا

بیدم ان کے جاتے ہی کچھ ایسی حالت زار ہوئی
ضبط کی ہمت ٹوٹ گئی اور صبر کا دامن چھوٹ گیا

جس طرف دیکھتا ہوں جلوۂ جانانہ ہے
اب نظر میں کوئی اپنا ہے نہ بیگانہ ہے

کعبہ کعبہ ہے صنم خانہ صنم خانہ ہے
سنتے ہیں ٹوٹا سا دل منزل جانانہ ہے

مدتیں گزریں گریباں کا ہوا کام تمام
لیکن اب تک اسی دھن میں دل دیوانہ ہے

ہائے کیا پوچھتے ہو برہمی بزم خیال
اب نہ وہ شمع ہے محفل میں نہ پروانہ ہے

رہے اے ناوکِ جاناں تری دنیا آباد
ہر لبِ زخمِ جگر پہ ترا افسانہ ہے

کس شہنشاہِ حسیناں کا گدا ہے بیدم
کہ گدائی میں بھی اک شوکتِ شاہانہ ہے

دشمنوں کے کہنے سننے میں وہ یار آ ہی گیا
ہائے اس آئینے سے دل پر غبار آ ہی گیا

اس کے کوچے تک مراسلتِ غبار آ ہی گیا
اڑ کے زیرِ سایۂ دیوارِ یار آ ہی گیا

ہائے کس انداز سے اس نے کیا عہدِ وفا
دل نے کچھ سوچا نہ سمجھا اعتبار آ ہی گیا

کہتے کہتے رک گیا میں داورِ محشر سے حال
مسکرا کر اس نے جب دیکھا تو پیار آ ہی گیا

اس نے اپنے روئے روشن سے جو سرکا دی نقاب
ایسا کچھ دیکھا کہ دل بے اختیار آ ہی گیا

آج ساقی نے جو بیدمؔ ہنس کے زلفیں کھول دیں
پھول برساتا ہوا ابرِ بہار آ ہی گیا

○

بہار جن کے لئے ہے انھیں بہار بسنت
ہماری کیا ہے گوارا نہ ناگوار بسنت

بہار ہے درِ مے خانہ کھول دے ساقی
کہ مے کدے میں منائیں گے بادہ خوار بسنت

سدا بہار رہے آستانِ وارثؒ پر
ہوں ایک سال میں یارب ہزار بار بسنت

زبانِ حال سے کہتی ہوئی بہار آئی
مبارک آپ کو دیوے کے تاجدار بسنت

قبول کیجئے صدقے میں غوث اعظمؒ کے
کہ لے کے آیا ہے بیدمؔ جگر فگار بسنت

ساقی نے جسے چاہا مستانہ بنا ڈالا		جس دل کی طرف تاکا پیمانہ بنا ڈالا
کب جوششِ گریہ نے طوفاں نہ اٹھا ڈالے		کب اشک کے قطرے کو دریا نہ بنا ڈالا
اک قیس کو لیلےٰ نے مجنون بنایا تھا		تم نے تو جسے چاہا دیوانہ بنا ڈالا
جب شیشۂ دل ٹوٹا ساقی کے تغافل سے		مے خانہ میں یاروں نے پیمانہ بنا ڈالا
اس عشق نے لاکھوں کا پندارِ خرد توڑا		ہشیار جسے دیکھا دیوانہ بنا ڈالا

ناکامیِ قسمت کی چھوٹی سی کہانی تھی
تم نے تو اسے بیدمؔ افسانہ بنا ڈالا

○

گلی کو ہم تری دار الاماں سمجھتے ہیں		یہ وہ زمیں ہے جسے آسماں سمجھتے ہیں
انھیں حرم سے غرض ہے نہ دیر سے کچھ کام		جو اپنا قبلہ ترا آستاں سمجھتے ہیں
مٹائے دیتے ہیں اپنی ہی یادگارِ ستم		مری لحد کو وہ میرا نشاں سمجھتے ہیں
جدا جدا ہے اسیرانِ عشق کی فریاد		نہ ان کی ہیں نہ وہ میری زباں سمجھتے ہیں
ہمارے ساقی کو کہتے ہیں شیخ، اہلِ حرم		جو بادہ نوش ہیں پیرِ مغاں سمجھتے ہیں
ہمیں اسیری و آزادگی برابر ہے		کہ جب قفس کو بھی ہم آشیاں سمجھتے ہیں

دیئے تو ترکِ محبت کے مشورے سب نے
مگر یہ حضرت بیدمؔ کہاں سمجھتے ہیں

جامِ غیروں ہی کو ہر بار عطا ہوتا ہے
ساقیا میں ترے قربان یہ کیا ہوتا ہے

جس جگہ یار کا نقشِ کفِ پا ہوتا ہے
بس وہیں کعبہ اربابِ وفا ہوتا ہے

سجدہ اس سر کا ہے جو تن سے جدا ہوتا ہے
یوں کہیں سجدۂ شکرانہ ادا ہوتا ہے

قطرہ جو بحرِ محبت میں فنا ہوتا ہے
مٹ مٹ کر گہرِ دُرجِ بقا ہوتا ہے

بندہ جو مرضیِ مولیٰ پہ فدا ہوتا ہے
خسروِ کشورِ تسلیم و رضا ہوتا ہے

بعد الحمد کہ اس کوچے کی میں خاک ہوا
ذرہ جس کوچے کا خورشید نما ہوتا ہے

موت ہی ہے جو علاجِ دلِ بیمار تو ہو
ان دواؤں سے تو درد اور سوا ہوتا ہے

کشتیاں سب کی کنارے پہ پہنچ جاتی ہیں
ناخدا جن کا نہیں ان کا خدا ہوتا ہے

زاہدا ہوتی ہے یاں ترکِ خودی کی تعلیم
مے کدہ مدرسۂ اہلِ صفا ہوتا ہے

ان کو ہم چھیڑ کے دشنام سنا کرتے ہیں
گالیوں میں بھی محبت کا مزا ہوتا ہے

سر پہ لیتے ہیں قدم خارِ مغیلاں بڑھ کر
وشت پیما جو کوئی آبلہ پا ہوتا ہے

طائرِ سدرہ بھی ہے ان کی اداؤں کا شکار
ناوکِ ناز کہیں ان کا خطا ہوتا ہے

خُم لگا دے مرے منہ سے ترے میخانے کی خیر
ایک دو جام میں ساقی مرا کیا ہوتا ہے

ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد بیدم
قطرہ دریا ہے جو دریا میں فنا ہوتا ہے

ہاں یاد ہے وہ موسمِ دیوانہ گر مجھے
ہاں یاد ہے وہ آپ کی پہلی نظر مجھے

فکرِ بہار ہے نہ خزاں کا خطر مجھے
گلچیں نے توڑا کھلنے ہی سے بیشتر مجھے

ہر جا دکھائی دیتا ہے وہ جلوہ گر مجھے
کیا کیا فریب دیتی ہے میری نظر مجھے

قسمت سے مل گئی تیری رہ گزر مجھے
ہاں ہاں خرامِ ناز سے پامال کر مجھے

سمجھا ہے کوئی پردہ کوئی پردہ در مجھے
پہچانتی ہے چشمِ حقیقت نگر مجھے

ہنستے تھے وصل میں در و دیوار میرے ساتھ
یا رو رہے ہیں دیکھ کے دیوار و در مجھے

حسرت بھری نگاہوں کی اللہ رے بےبسی
میں چارہ گر کو دیکھتا ہوں چارہ گر مجھے

محشر میں کون دے ترے جور و ستم کی داد
لا اب ہجومِ حشر سے لا ڈھونڈ کر مجھے

ہے بوالہوس مذاقِ طبیعت جدا جدا
آساں جو تجھ کو ہے وہی دشوار تر مجھے

گم کردہ راہ ہوں میں جہت آشنا نہیں
لے کر چلے ہیں خضر نہ جانے کدھر مجھے

بے رنگ حسنِ یار نے دیوانہ کر دیا — ہوش بہار ہے نہ خزاں کی خبر مجھے
اب منحصر ہے تیرے سہارے پہ زندگی — تنہا نہ چھوڑ ہجر میں دردِ جگر مجھے
اوجھل ہے شام ہی سے رخِ یار نزع میں — کیا دیکھنی نصیب نہ ہوگی سحر مجھے
اب دیکھتا ہے کیا مری تربت کو بار بار — پامال کرنے آیا ہے پامال کر مجھے

بیدمؔ میں ایک سازِ حقیقت طراز ہوں
باور نہ ہو تو دیکھ ذرا چھیڑ کر مجھے

اٹھتا ہوا ہستی کا پردا نظر آتا ہے — اب جلوہ حقیقت میں جلوا نظر آتا ہے
ہر قطرے میں دریا کی موجیں نظر آتی ہیں — ہر بندے کی صورت میں مولا نظر آتا ہے
اس صورتِ ظاہر کے نقشے کو مٹا پہلے — پھر دیکھ تجھے تجھ میں کیا کیا نظر آتا ہے
کیا کوئی کسی پر اب دیوانہ نہیں ہوتا — سنسان جو مدت سے صحرا نظر آتا ہے
کیا پوچھتے ہو ان کے جلووں کی فراوانی — ہم دیکھ نہیں سکتے اتنا نظر آتا ہے

ان کے رخِ روشن کو جس روز سے دیکھا ہے
خورشید بھی بیدمؔ کو ذرّہ نظر آتا ہے

گُل کا کیا جو چاک گریباں بہار نے — دستِ جنوں لگے مرے کپڑے اُتار نے
چھوڑا کہیں نہ مجھ کو نسیمِ بہار نے — کُنجِ قفس میں بھی مجھے آئی اُبھار نے
اب دل کی لاج مشقِ تصوّر کے ہاتھ ہے — شیشہ میں اس پری کو چلا ہے اُتار نے
ساقی تو ساقی بادہ پرستوں کے پاؤں پر — سجدے کرائے لغزشِ مستانہ وار نے
اب تو نظر میں دولتِ کونین ہیچ ہے — جب تجھ کو پا لیا دلِ اُمیدوار نے
چشمِ ادا شناس کو حیران کر دیا — حسن اپنا ذرہ ذرہ میں دکھلا کے یار نے

بیدمؔ تمہاری آنکھیں ہیں کیا عرش کا چراغ
روشن کیا ہے نقشِ کفِ پائے یار نے

مجھے شکوہ نہیں برباد رکھ برباد رہنے دے
مگر اللہ میرے دل میں اپنی یاد رہنے دے
قفس میں قید رکھ یا قید سے آزاد رہنے دے
بہر صورت چمن ہی میں مجھے صیاد رہنے دے
مرے ناشاد رہنے سے اگر تجھ کو مسرت ہے
تو میں ناشاد ہی اچھا مجھے ناشاد رہنے دے
تری شانِ تغافل پر مری بربادیاں صدقے
جو بربادِ تمنا ہو اسے برباد رہنے دے
تجھے جتنے ستم آتے ہیں مجھ پر ختم کر دینا
نہ کوئی ظلم رہ جائے نہ اب بیداد رہنے دے

نہ صحرا میں بہلتا ہے نہ کوئے یار میں ٹھہرے
کہیں تو چین سے مجھ کو دلِ ناشاد رہنے دے
کچھ اپنی گذری ہی بیدمؔ بھلی معلوم ہوتی ہے
مری بیتی سنا دے قصۂ فرہاد رہنے دے

مجھے جلووں کی اس کے تمیز ہو کیا میرے ہوش و حواس بجا ہی نہیں
ہے یہ بے خبری کہ خبر ہی نہیں وہ نقاب اٹھا کہ اٹھا ہی نہیں
مرے حال پہ چھوڑ طبیب مجھے کہ عذاب ہے اب مری زیست مجھے
میرا مرنا ہی میرے لئے ہے شفا میرے درد کی کوئی دوا ہی نہیں
اسے ڈھونڈتے ڈھونڈتے کھو گئے ہم یہ ہوا کیا اور کیا ہو گئے ہم
ہمیں پہروں تک اپنی خبر ہی نہیں ہمیں کوسوں تک اپنا پتہ ہی نہیں
مرا حال خراب سنا تو کہا کہ وہ سامنے میرے نہ آئے کبھی
مجھے روتا جو دیکھا تو ہنس کے کہا کہ یہ شیوۂ اہلِ وفا ہی نہیں
جہاں کوئی ستم ایجاد کیا، مجھے کھا کے فلک نے یہ یاد کیا
کہ بس ایک دلِ بیدمؔ کے سوا کوئی قابلِ مشقِ جفا ہی نہیں

بہار آتے ہی لائیں رنگ ٹھنڈی گرمیاں میری
پڑی ہے جابجا گلشن میں خاک آشیاں میری

چلے تو ہو بڑی ہمت سے سننے داستاں میری
سنی جائیں گی تم سے مہرباں بربادیاں میری

عبث نالے مرے بیکار فریاد و فغاں میری
سمجھتا ہی نہیں صیاد قسمت سے زباں میری

پسند آیا ہے مجھ کو اس لئے غربت میں مر جانا
کہ میرے بعد ہو میرے وطن میں داستاں میری

نفس کی آمد و شد لے کے پہنچیں قصر جاناں تک
یہ بام یار کا زینہ تھا یا تھیں ہچکیاں میری

نہ پوچھا اے ہم نشیں کچھ مجھ سے شرح چاک دامانی
کہ ہر اک صفحۂ گل پر لکھی ہے داستاں میری

وہ باتیں یاد آتی ہیں وہ راتیں یاد آتی ہیں
مجھی سے جب کہا کرتا تھا کوئی داستاں میری

گلوں نے نقشہ میری چاک دامانی کا کھینچا ہے
اڑا کر لے گئی ہیں بجایاں بے تابیاں میری

وہ آئے بھی تو میرے گھر عدو کو ڈھونڈنے آئے
کھلی ہے آج یوں قسمت نصیب دشمناں میری

یہ آندھی کیا اڑا لے گی یہ بجلی کیا جلائے گی
بہت اونچی بہت اونچی ہے شاخ آشیاں میری

وفاؤں کو مری پامال وہ کرتے ہیں کرنے دو
مرے بعد ان کو یاد آئیں گی بیدمؔ خوبیاں میری

○

نہ کنشت و کلیسا سے کام ہمیں در دیر نہ بیت حرم سے غرض
کہ ازل سے ہمارے سجدوں کو رہی تیرے ہی نقشِ قدم سے غرض
جو تو مہر ہے تو ذرہ ہم ہیں تو بحر ہے تو قطرہ ہم ہیں
تو صورت ہے آئینہ ہم ہیں تجھ سے غرض تجھے ہم سے غرض
نہ نشاطِ وصل نہ ہجر کا غم نہ خیالِ بہار نہ خوفِ خزاں
نہ سقر کا خطر ہے نہ شوقِ ارم نہ ستم سے حذر نہ کرم سے غرض
رکھا کوچۂ عشق میں جس نے قدم ہوا حضرتِ عشق کا اس پہ کرم
اسے آپ سے بھی سروکار نہیں جو غرض ہے تو اپنے صنم سے غرض
تری یاد ہو اور دلِ بیدمؔ ہو ترا درد ہو اور دل بیدمؔ ہو
بیدمؔ کو رہے تیرے غم سے غرض ترے غم کو رہے بیدمؔ سے غرض

○

درد دل اٹھا ہے محفل میں بٹھانے کے لئے
اشک آئے ہیں لگی دل کی بجھانے کے لئے
بابِ رحمت ہے دو. وارث زمانے کے لئے
ہم بھی آ بیٹھے ہیں قسمت آزمانے کے لئے

بعد میرے میرا حالِ دل بنے گا داستان
ذکر میرا ہوگا افسانہ زمانے کے لئے

جب مرے دردِ نہاں کا کر نہیں سکتے علاج
پھر وہ عیسیٰ ہیں تو عیسیٰ ہوں زمانے کے لئے

وہ جبیں نے نذرِ سنگِ آستاں کر دیئے
جن کے رکھے تھے جو سجدے آستانے کے لئے

پیچھے پیچھے میں ہوں میرے ساتھ ارمانوں کی بھیڑ
آگے آگے سوزِ دل مشعل دکھانے کے لئے

سجدے میں سب ہے اور یہ دعویٰ ہے جبینِ شوق کا
آستاں میرے لئے ہیں آستانے کے لئے

گردشِ قسمت رہے گی میرے دامن گیر حال
آندھیاں اٹھیں گی میری خاک اڑانے کے لئے

آشیانے میں قفس کا ذکر تھا سوہانِ روح
اب قفس میں مر رہا ہوں آشیانے کے لئے

بے دلی کا غم نہ بیدم اپنے مرنے کا خیال
دل تھا آنے کے لئے اور جان جانے کے لئے

چھیڑا پہلے پہل جب سازِ ہستی — تو ہر پردے نے دی آوازِ ہستی
خیالِ یار تیرے صدقے جاؤں — ترے دم سے ہے سوز و سازِ ہستی
میں مرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں — مرا انجام ہے آغازِ ہستی
سکونِ کائناتِ دل بقا ہے — اجل اک جنبشِ پروازِ ہستی

مری خاکِ لحد کا ذرہ ذرہ
ہے بیدم مخزنِ صد رازِ ہستی

مرا وقار یہ وقتِ وداعِ جاں ہوتا — کہ سر کا تکیہ ترا سنگِ آستاں ہوتا
ہر اک نگاہ سے جلوہ کوئی عیاں ہوتا — مکیں ہی جو نہ ہوتا تو کیوں مکاں ہوتا
رخِ نگاہِ حقیقت اگر عیاں ہوتا — زمیں نہ تو نہ یہ ہنگامہ آسماں ہوتا
قفس کو دور مرے آشیاں سے رکھنا تھا — کہ مجھ سے آگے نہ برباد آشیاں ہوتا
وہ بے نقاب کبھی سامنے جو آجاتے — تو بے خودی مجھے بتلا کہ میں کہاں ہوتا
بہارِ غنچہ و گل دیکھنے چلے آتے — اگر چمن میں ٹھہرتے تو آشیاں ہوتا
جبینِ شوق کے سجدے نہ منتشر ہوتے — اگر نصیب ترا سنگِ آستاں ہوتا
تمہیں نہ چاہتے گر میری خانہ بربادی — مجال تھی کہ مرا دشمن آسماں ہوتا
جہاں سے چاہتا نظارۂ چمن کرتا — ہر ایک شاخ پہ میرا ہی آشیاں ہوتا
میں ساری عمر اٹھاتا جبینِ شوق کے ناز — جو ایک سجدہ بھی مقبولِ آستاں ہوتا

اٹھے حجابِ تعین تو کیا اٹھے بیدم
مزہ تو جب تھا کہ تو بھی نہ درمیاں ہوتا

جب نیازِ عشق تھا اب ناز ہے — یہ مرے انجام کا آغاز ہے
تیری الفت شعبدہ پرداز ہے — آرزو گر ہے تمنا ساز ہے
پھر حدیثِ عشق کا آغاز ہے — آج پھر گویا زبانِ راز ہے
گنجِ اسرارِ ازل ہے باغِ دہر — پتہ پتہ دفترِ صد راز ہے
جان دے دی اُن پہ اور زندہ رہے — اپنے مرنے کا نیا انداز ہے
ہوشیار اے ناوک افگن ہوشیار — طائرِ جاں مائلِ پرواز ہے
رخصت اے عقل و خرد ہوش و حواس — شوقِ وصلِ یار کا آغاز ہے
میرے نالے سن کے فرماتے ہیں وہ — یہ اسی کی دکھ بھری آواز ہے
جس کو سب سمجھے ہیں دشتِ کربلا — وہ تو میدانِ نیاز و ناز ہے
ذرے ذرے میں عیاں ہونے کے بعد — یہ آج تک رازِ حقیقت راز ہے

آپ جا پہنچیں مجمعِ عشاق میں
ان میں بیدمؔ سا کوئی جانباز ہے

ناز والے اب تجھے کیوں ناز ہے — اور بھی چشمِ تمنا باز ہے
عشق مونسِ، عشق ہی دمساز ہے — عشق میری زندگی کا راز ہے
اس کو مجھ پہ مجھ کو اس پہ ناز ہے — بھید میں اس کا وہ میرا راز ہے
دیکھ دیدہ ور بچشمِ حقیقت بیں سے دیکھ — ذرہ ذرہ جلوہ گاہِ ناز ہے
مرغِ دل بسمل پڑا ہے خاک پر — لیکن اب بھی حسرتِ پرواز ہے
ان کے آنے سے ہوا دل کو قرار — یا سکونِ مرگ کا آغاز ہے

آدمی کیا ہے، جہانِ آرزو — اس کا دل کیا ہے طلسمِ راز ہے
اے دلِ محزوں خدا رکھے تجھے — تو جہانِ راز ہے جانِ راز ہے

ہے عبث جرمِ انا منصور پر
یہ تو بیدمؔ دوست کی آواز ہے

ہر طرف ساغر بکف ہیں مے گسارانِ بہار
اللہ اللہ آج تو ہے عامِ فیضانِ بہار

چاندنی میں سونے والوں کو جگانے کے لئے
لا نسیمِ صبح لا بوئے گلستانِ بہار

چند روزہ دیدِ گل پر شاد ہے کیا عندلیب
ایک دن دستِ خزاں لوٹے گا سامانِ بہار

غازۂ رخسارِ گل خاکسترِ بلبل ہوئی
اور بنا رنگِ چمن خونِ شہیدانِ بہار

سارا عالم مست ہے ساقی کی چشمِ مست سے
ایک بیدمؔ ہی رہا ناکامِ دورانِ بہار

یاد ایامے کہ جب تو زینتِ آغوش تھا
محوِ نظارہ تھے ہم دل بے نیازِ ہوش تھا

رنگ لائیں قیس کی عُریانیاں بعدِ فنا
یعنی اس کی خاک کا جو ذرہ تھا گل پوش تھا

اللہ اللہ وسعتِ ظرفِ قدح نوشانِ عشق
کوئی دریا دل تھا ان میں کوئی دریا نوش تھا

تشنہ کامِ آرزو اللہ رے محرومی تری
تیرے پہلو ہی میں دریا تھا مگر خس پوش تھا

ناز بردارِ نیازِ عشق تھا حُسنِ حبیب
سجدے تھے اور نقشِ پائے یار کا آغوش تھا

عارضِ خورشید کی چلمن شعاعیں بن گئیں
یار اپنے ہی حجابِ حسن میں روپوش تھا

حشر کا میداں تھا بیدمؔ یا فضائے کوئے دوست
سر بکف کوئی تھا اور کوئی کفن بر دوش تھا

○

برہمن مجھ کو بنانا نہ مسلماں کرنا
میرے ساقی مجھے مستِ مئے عرفاں کرنا

داغِ دل سینے میں آہوں سے نمایاں کرنا
ہم سے سیکھے شبِ غم کوئی چراغاں کرنا

حرم و دیر میں جا جا کے چراغاں کرنا
جستجو تیری ہمیں تا حدِ امکاں کرنا

دل کے بہلانے کا وحشت میں یہ ساماں کرنا
چشمِ خونبار سے دامن کو گلستاں کرنا

ہوسِ سیرِ گلستاں نے قفس دکھلایا
اب اسیرو نہ کبھی قصدِ گلستاں کرنا

اہلِ بیداد کے جب نام پکارے جائیں
تم نہ گھبرا کے سرِ حشر کہیں ہاں کرنا

نہ کبھی میں نے کہا تھا کہ مجھے درد ملے
نہ کہوں گا کہ مرے درد کا درماں کرنا

ان کے دیوانوں کو سر پھوڑ کے دیواروں سے
آج منظور ہے آرائشِ زنداں کرنا

شیخ کو کعبہ مبارک ہو برہمن کو کنشت
ہم کو سجدہ طرفِ کوچۂ جاناں کرنا

اے صبا تجھ کو اسی زلفِ پریشاں کی قسم
میرا شیرازۂ ہستی بھی پریشاں کرنا

ان کے دیوانوں کی اعجاز نگاہی دیکھو
آنکھ اٹھانا کہ گلستان کو بیاباں کرنا

داغِ دل پردے میں رہ جائے نہ اے دستِ جنوں
چاک کچھ اور ابھی میرا گریباں کرنا

لاکے پھر مصر میں لے عشق کسی یوسف کو
پھر نئے رنگ سے آرائشِ زنداں کرنا

دشتِ غربت میں ترے خاک نشیں اچھے ہیں
چاہئے اور انہیں بے سرو ساماں کرنا

ذوقِ سجدہ تجھے سنگِ درِ جاناں کی قسم
ہوش کا مجھ کو نہ شرمندۂ احساں کرنا

اٹھ رہے ہیں مری نظروں سے دوئی کے پردے
کچھ مدد اور خیالِ رُخِ جاناں کرنا

بن گئے حیرتِ نظارہ کی صورت بیدم
راس آیا نہ ہمیں دید کا ارماں کرنا

○

سرکار پہ ہونے کو ہیں قربان ہزاروں
پھرتے ہیں ہتھیلی پہ لئے جان ہزاروں

اٹھے تو نقابِ رخِ لیلائے مدینہ
ہوتے ہیں ابھی چاک گریبان ہزاروں

خاکِ دلِ وحشی ہے کہ دنیائے جنوں ہے
ہر ذرے میں پنہاں ہیں بیابان ہزاروں

کیا پوچھتے ہو کثرتِ گریہ کی کہانی
آئے ہیں شبِ ہجر میں طوفان ہزاروں

للہ ! ہٹاؤ رخِ پُر نور سے گیسو — کھو بیٹھیں گے ایمان مسلمان ہزاروں

لذت طلبی زخمِ جگر کی نہیں جاتی — خالی ہوئے جاتے ہیں نمکدان ہزاروں

بے پردہ تری پردہ نشیں دید ہے منظور — پھرتے ہیں کئے چاک گریبان ہزاروں

ہاں ہاں اسی در کا مرے ماتھے پہ نشاں ہے — کرتے ہیں جہاں سجدے مسلمان ہزاروں

قسمت سے جو حسرت کوئی نکلی بھی تو بیدمؔ

پیدا ہوئے دل میں وہیں ارمان ہزاروں

○

یاد وُہ تیری کیا مجھ سے فراموش مجھے

اب تو ڈھونڈیں بھی تو پائیں نہ مرے ہوش مجھے

ہر لبِ زخم سے دیتا ہوں دعائیں ان کو

پھر بھی کہتے ہیں وہ احسان فراموش مجھے

اس طرف تیرا نقابِ رُخِ روشن پھونکا

اور ادھر جلوے ترے کر گئے بے ہوش مجھے

جیسے دریا سے ہیں ہم دست و گریباں موجیں

یونہی سب پاتے ہیں اب تجھ سے ہم آغوش مجھے

ہچکیاں آئیں دمِ نزع تو میں یہ سمجھا

یاد کرتا ہے وہی وعدہ فراموش مجھے

وقتِ آخر ہے، چلے آؤ، زیارت کر لوں

پھر خدا جانے رہے یا نہ رہے ہوش مجھے

اللہ اللہ رے مرا شوق شہادت بیدمؔ
ان کی سرکار میں لایا ہے کفن پوش مجھے

○

بتا ہی دیں تجھے زاہد کہاں سے آتے ہیں
چھپکے ہوئے درِ پیرِ مغاں سے آتے ہیں

ورائے پردۂ ہفت آسماں سے آتے ہیں
پیام وہ جو تمہاری زباں سے آتے ہیں

حریم پردۂ دل بھی نہیں ہے محرم راز
یہ نغمہائے طرب، سازِ جاں سے آتے ہیں

زباں سے نام نہ لوں جانتا ہوں میں لیکن
یہ تیر میری طرف جس کماں سے آتے ہیں

وہیں رہیں گے مریں گے وہیں، گڑیں گے وہیں
ہم اور جا کے پھر اس آستاں سے آتے ہیں

ملا کے خاک میں کرتے ہیں خاک بھی برباد
بھلا وہ باز کہیں امتحاں سے آتے ہیں

ہر اک قدم پہ ہے صد گونہ احتیاط کا رنگ
حضور خیر تو ہے یوں کہاں سے آتے ہیں

بھلا ہو وحشتِ دل کا، کہیں قرار نہیں
ہم اپنے گھر میں بھی اب میہماں سے آتے ہیں

ہے جن کا ورد کہ ناغہ نہ ہو صبوحی بھی
وہ سوئے مے کدہ پہلے اذاں سے آتے ہیں

کھڑے ہیں شیخ مصلّی پہ بہر استقبال
یہ آج حضرت بیدمؔ کہاں سے آتے ہیں

○

نہ جانے میری لحد پر کہاں سے آتے ہیں
کہ جب وہ آتے ہیں دامن کشاں سے آتے ہیں

قسم خدا کی ہم اس آستاں سے آتے ہیں
نظر خدائی کے جلوے جہاں سے آتے ہیں

ہمارے بعد ہوئی ختم گرم بازاری،
وہ آج یوسف بے کارواں سے آتے ہیں

ہزار مرہم ناسور دل فدا ان پر
خدنگ ناز جو تیری کماں سے آتے ہیں

وہ بادہ نوش بھی پھرتے ہیں تشنہ کام کہیں
لگا کے آس جو پیر مغاں سے آتے ہیں

کھلی ہے جن پہ حقیقت قیود ہستی کی
قفس بھی ان کو نظر آشیاں سے آتے ہیں

زمانہ بھر میں ٹھکانا کہیں نہیں اُن کا
جو یار اجڑ کے ترے آشیاں سے آتے ہیں

نہ سخت جانوں پہ جوہر کھلیں جنوں اس کے
جبینِ تیغ پہ بل امتحاں سے آتے ہیں

یہ کوئے مے کدہ اے شیخ اور یہ ریشِ دراز
کہاں کا عزم ہے حضرت کہاں سے آتے ہیں

کہی یہ خوب کہ پلٹو گے کب تلک بیدمؔ
گئے تو زندہ ہم اس آستاں سے آتے ہیں

اللہ اللہ عروجِ حسنِ مجاز — سرِ محمود و نقشِ پائے ایاز
ہو تو اس طرح سے ہو اپنی نماز — کہ ترا در ہو اور جبینِ نیاز
آہ، وہ دل ہی دل میں راز و نیاز — آہ وہ آہ آہ کی آواز
اپنے مرنے کا کر لیا ساماں — دشمنِ جاں سے کہہ کے دل کا راز
روئے وارث ہو اور دیدۂ شوق — پائے وارث ہوں اور جبینِ نیاز
بے نیاز آپ میں نیاز سرشت — بندہ میں اور آپ بندہ نواز
دلِ پُر شور بحرِ طوفاں خیز — لبِ خاموش سازِ بے آواز
سر بکف جا رہا ہوں مقتل میں — تیغِ قاتل سے ہوں گے راز و نیاز
کاش پہنچا دے کوئی طیبہ تک — سجدۂ شوق اور سلامِ نیاز
قدمِ مصطفےٰ کی برکت سے — آسماں بن گئی زمینِ حجاز
مٹنے والے تھے مٹ گئے تم پر — یہی انجام ہے یہی آغاز

مرگِ بیدمؔ کسی کی خاموشی
زیست ہے جنبشِ لبِ اعجاز

نہ سنو میرے نالے ہیں درد بھرے دارو اثرے رہ آہ سحرے
تمھیں کیا جو کوئی مرتا ہے مرے اے دشمنِ جاں بیداد گرے
تری سرمگیں آنکھوں کے صدقے انھیں چھیڑ نہ پنجۂ مژگاں سے
ابھی زخمِ جگر ہیں تمام ہرے اے محوِ تغافل بے خبرے
لیا عشق میں جوگ بھکاری بنے ترے نقشِ قدم کے پجاری بنے
کبھی سجدے کئے کبھی گرد پھرے بتِ سیم برے زریں کمرے
گو تو نے ہزاروں وعدے کئے لیکن وہ کبھی ایفا نہ ہوئے
دل ہی میں رہے ارمان مرے اے وعدہ شکن بتِ حیلہ گرے
بیدم کہیں کیا کس طرح رہے مر مر کے جئے جی جی کے مرے
در منزلِ عشقش در بدرے مجنوں صفتم شوریدہ سرے

○

تصور میں کسی کا زینتِ آغوش ہو جانا
کسی کا دیکھنا اور دیکھ کر بے ہوش ہو جانا
تری مخمور آنکھوں نے مجھے مستی عطا کی ہے
نہیں تو غیر ممکن تھا مرا مدہوش ہو جانا
دمِ آخر کسی بیمارِ غم کا ہچکیاں لینا
وہ کہہ کر آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ خاموش ہو جانا
اگر ہو ایسی بے ہوشی تو سو ہشیاریاں صدقے
کہ سر رکھ کر کسی کے پاؤں پر بے ہوش ہو جانا
خزاں میں یاد آ کر آٹھ آٹھ آنسو رلاتا ہے
بہار آتے ہی وہ ہر شاخ کا گل پوش ہو جانا
کسی کو شکوہ باقی تھا نہ پھر کوئی شکایت تھی
ترا آنا کہ اہلِ حشر کا خاموش ہو جانا
فریبِ جلوہ آرائی کمالِ بے حجابی ہے
مری ہستی کے پردے میں ترا روپوش ہو جانا

مرا دل دیکھ لے اور ان کے جلوے کی سمائی کو　　اگر دیکھا نہ ہو قطرے کا دریا نوش ہو جانا

اگر شوقِ شہادت ہے تو پھر تیار ہو بیدمؔ
کہ شرطِ جاں نثاری ہے کفن بر دوش ہو جانا

چمن میں ذکرِ گل سن کر سراپا گوش ہو جانا
وہ کلیوں سے مرا کہنا ذرا خاموش ہو جانا

ترے خاموش رہنے میں بھی کوئی بات ہوتی ہے
ترا خاموش ہونا بھی نہیں خاموش ہو جانا

جو ایسا ہو تو ان کی بزم کا پر کیف منظر ہو
میں دیکھوں ان کو وہ دیکھیں مرا بیہوش ہو جانا

جن آنکھوں نے خدا کو دل میں بے پردہ نہ دیکھا ہو
وہ دیکھیں شمع کا فانوس میں روپوش ہو جانا

وہ عریاں دیکھ کر خنجر کسی دستِ حنائی میں
مرے سر کا مرے تن پر وبالِ دوش ہو جانا

مرقع ہے درازیٔ شبِ دیجور کا بیدمؔ
بکھر کر گیسوئے جاناں کا زیبِ دوش ہو جانا

جانب مے کدہ آ نکلے ہیں مستانے چند
ساقیا! لا تو چھلکتے ہوئے پیمانے چند

کربلا، وادیٔ ایمن، دلِ بے صبر و قرار
قابلِ دید ہیں دنیا میں یہ ویرانے چند

نیندیں ان کی ہیں انھیں کے ہیں مقدر بیدار
سائے میں شمع کے سوتے ہیں جو پروانے چند

کربلا، شہرِ نجف، یثرب و جیلاں، اجمیر
یہ مرے ساقیٔ دیوہ کے ہیں مے خانے چند

کوئی محفل ہو بیاباں کے مزے لیتے ہیں
جمع ہوتے ہیں جہاں پر ترے دیوانے چند

دل کے چھالوں کو کلیجے سے لگا رکھا ہے
لعل و یاقوت ہیں میرے لئے یہ دانے چند

نہیں غربت میں جو یارانِ وطن اے بیدمؔ
دفن کر دیں گے کہیں دشت میں بیگانے چند

تمھارے ہی ہونے سے آباد ہے دل تمھیں جب نہ ہوگے تو ویران ہوگا
تمھیں تک ہے حسرت تمھیں تک ہے ارماں نہ حسرت ہی ہوگی نہ ارماں ہی ہوگا

نہ پامال کر میرے دل کی تمنا، خدارا مرا مان لے یار کہنا
نہیں تو قیامت میں دیکھے گی دنیا مرا ہاتھ تیرا گریبان ہوگا

جو دل ہے یہی دل کی حالت یہی ہے جو کچھ روز رنگ طبیعت یہی ہے
سلامت اگر جوشِ وحشت یہی ہے تو گھر ہی کسی دن بیابان ہوگا

مری جاں تمھارے ہی قبضے میں ہے دل تمھاری ہی مرضی پہ ہے حالتِ دل
جو تسکین دوگے تو تسکین ہوگی پریشاں کروگے پریشان ہوگا

مرا دل فدا تم پہ اور جان قرباں تمھیں ہو مری زندگانی کا ساماں
تمھارے ہی جب کام آئی نہ یہ جاں تو پھر جان کا کیا مری جان ہوگا

پیامی جو دیکھا ہے اس سے نہ کہنا یہ بے چینیاں میری اس سے نہ کہنا
پریشانیاں میری اس سے نہ کہنا وہ جس دم سنے گا پریشان ہوگا

نہیں گر حفاظت کا ساماں کوئی تو غربت میں کیوں ہو پریشان کوئی
نہیں جس کا بیدمؔ نگہباں کوئی تو اللہ اس کا نگہبان ہوگا

○

میری نظروں میں کوئی مستِ خرامِ ناز تھا
آنکھ کا ایک ایک پردہ فرشِ پا انداز تھا

زندگی سمجھے تھے جس کو موت کا اک راز تھا
درحقیقت سازِ ہستی سازِ بے آواز تھا

لے کے ہچکی طائرِ جاں مائلِ پرواز تھا
کس قدر دلکش کسی کی یاد کا آغاز تھا

لاکھ آشوبِ زمانہ تھی انا الحق کی صدا
آشنا نے راز پھر بھی آشنائے راز تھا

آئے بیٹھے بیٹھ کر اٹھے، ہنسے اور چل دیئے
مہرباں وعدہ وفائی کا یہی انداز تھا

لن ترانی حضرت موسیٰ کے حق میں تھی مگر
طور کا ایک ایک ذرہ گوشِ برآواز تھا

قتل گہ میں زیرِ خنجر عاشقوں کی عید تھی
چشمِ حق بیں میں تماشائے نیاز و ناز تھا

توڑ کر قیدِ تعین کھول کر چشمِ یقین
ہم نے جس ذرے کو دیکھا اک محیطِ راز تھا

ان شہیدانِ وفا کی داستاں سمجھے گا کون
قطرہ قطرہ جن کے خوں کا قلزم صدراز تھا

گرتے ہی اشکِ ندامت چشمِ عصیاں کار سے
بابِ بخشش صورتِ آغوشِ رحمت باز تھا

اس کی بزمِ خاص کے اسرار کی کس کو خبر
ذرہ ذرہ جس کے کوچہ کا جہانِ راز تھا

حسن والوں میں یہ جھگڑا ہے مرے مرنے کے بعد
عاشقِ جاں باز کس کا عاشقِ جانباز تھا

خاک کے پتلے کو مسجودِ ملائک کر دیا
حضرتِ دل کی کرامت عشق کا اعجاز تھا

کامیابِ دید تھی اتنی ہی چشمِ آرزو
پردہ بابِ حریمِ ناز جتنا باز تھا

دم لبوں پر تھا، مگر اللہ ری وضعِ انتظار
چشمِ بے دم وقفِ در، دل گوش بر آواز تھا

○

وہ بھی اس غارت گرِ جاں کا شریکِ راز تھا
دل وہ دل جس کی وفاداری پہ ہم کو ناز تھا
اپنی ہی ہستی پہ دھوکا غیر کا ہونے لگا
اے خیالِ ماسوا یہ کون سا انداز تھا
ان کے آنے کا یقیں بھی اضطرابِ شوق بھی
تھا لبوں پر دم مگر ہیں گوش بر آواز تھا
وضعِ پُرکاری سے سرتا سر رہا وہ بے نیاز
حُسنِ سادہ کس قدر سرمایہ دارِ ناز تھا
تھا اگر اپنے کمالِ حسن کا ان کو غرور
اپنے عشقِ روز افزوں پر ہمیں بھی ناز تھا
بے نیازی کا نہ تھا ممنون عشقِ جاں فروش
حسن غارت گر اگر مرہونِ سعیٔ ناز تھا
لے گئیں ان کی ادائیں لے اڑا ان کا خیال
اب وہ دل دل ہی نہیں جس دل پہ ہم کو ناز تھا
حسن کے جلووں میں بے دم تھا اگر حق کا ظہور
عشق کے پردے میں بھی پنہاں اسی کا راز تھا

کئے جا شکر قسمت کا گلا کیا
غمِ بے چارگی کا تذکرا کیا

سُنیں دیر و حرم کا ماجرا کیا
ملے قیدِ تعین میں خدا کیا

وہ ظالم اور پابندِ وفا ہو
تجھے اے آرزوئے دل ہوا کیا

کبھی نبضیں چھٹیں اکھڑا کبھی دم
مریضِ غم نے بدلا رنگ کیا کیا

کہاں تک مدعائے دل کہوں میں
کہاں تک آپ فرمائیں گے کیا کیا

جو مجھ سا درد والا ہو وہ جانے
محبت کیا دل درد آشنا کیا

نہیں خالی ترے جلووں سے کوئی
کلیسا کیا حرم کیا بت کدا کیا

گذر جا منزلِ ہستی سے بیدم
بس اک تارِ نفس کا فاصلا کیا

رنگ تاثیرِ محبت یوں دکھانا چاہیے
خونِ دل اشکوں میں شامل ہو کے آنا چاہیے

چشمِ خود بیں اور ہے چشمِ خدا بیں اور ہے
رفعتیں دونوں کی زاہد کو دکھانا چاہیے

وہ سرِ بالیں ہیں دامن کی ہوا زانو پہ سر
بے نیازِ ہوش کو اب ہوش آنا چاہیے

اہلِ دنیا منتشر ہیں اہلِ محشر مضطرب
داستانِ دردِ دل کس کو سنانا چاہیے

بات تو جب ہے نشانِ قبر بھی باقی نہ چھوڑ
جو مٹے ہیں تجھ پہ ان کو یوں مٹانا چاہیے
بیدمؔ اپنی آرزوئے دل بر آنے کے لئے
ایک عرصہ ایک مدت اک زمانا چاہیے

پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگ در بھی ہے
جل گئی خاکِ آشیاں مٹ گیا تیرا گلستاں
بلبلِ خانماں خراب اب کہیں تیرا گھر بھی ہے
اب نہ وہ شام ہے اپنی نہ وہ سحر سحر
ہونے کو یوں تو روز ہی شام بھی ہے سحر بھی ہے
چاہے جسے بنائیے اپنا نشانۂ نظر
زد پہ تمھارے تیر کے دل بھی ہے اور جگر بھی ہے
دن کو اسی سے روشنی شب کو اسی سے چاندنی
سچ تو یہ ہے کہ روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے
زلف بدوش بے نقاب گھر سے نکل کھڑے ہوئے
اب تو سمجھ گئے حضور نالوں میں کچھ اثر بھی ہے
بیدمؔ خستہ کا مزار آپ تو چل کے دیکھئے
شمع بنا ہے داغ دل بیکسی نوحہ گر بھی ہے

آتا شبِ وعدہ وہ ستم کیش ادھر کاش
ہوتا دلِ مہجور کے نالوں میں اثر کاش

ممنونِ عنایات ہیں جس طرح سے اغیار
مجھ پہ بھی اسی طرح سے ہو تیری نظر کاش

اس وقت ہے تکمیلِ جنوں اے دلِ ناداں
صحرا کو میں وحشت میں سمجھنے لگوں گھر کاش

آجائے پئے فاتحہ وہ شوخ لحد پر
مل جائے مجھے نخلِ محبت کا ثمر کاش

کیا پوچھتا ہے ناوکِ دل دوز کی لذت
ممنونِ کرم دل کی طرح سے ہو جگر کاش

گھبراتا ہے اور ہند میں بے چین ہے بیدمؔ
اب جلد یہاں سے ہو مدینہ کا سفر کاش

سرخیلِ عاشقاں ہوئے سردار ہو گئے
سر دیکے وار کے جو سزا وار ہو گئے

ذوقِ فنا سے جب کہ خبردار ہو گئے
اہلِ نیاز خاکِ درِ یار ہو گئے

بے شک وہ تیرے محرمِ اسرار ہو گئے
بے ہوشیوں میں رہ کے جو ہشیار ہو گئے

طفلی کا خواب دیکھنے والے خبر بھی ہے
فتنے تری جوانی کے بیدار ہو گئے

اختر شماریوں میں شبِ غم کی بارہا
ظاہر فلک پہ صبح کے آثار ہو گئے

تیرا مزاج پوچھنے اے پاسبانِ یار
سو بار پھر بھی آئیں گے سو بار ہو گئے

اہلِ قفس پکار اٹھے ہائے آشیاں
تنکے ہوا میں کچھ جو نمودار ہو گئے

بیدم نظر فریبیِ اہلِ جہاں نہ پوچھ
اکثر ہم اس بلا میں گرفتار ہو گئے

سرِ مقتل سنا ہے بہرِ قتلِ عام آتا ہے
وہ ظالم جس کو لے دے کر یہی اک کام آتا ہے

لئے اک شعلہ رو کا بزم میں پیغام آتا ہے
لباسِ آتشیں پہنے چراغِ شام آتا ہے

مری کوتاہیِ قسمت کو دیکھیں مے کدے والے
کہ جب آتا ہے میری سمت خالی جام آتا ہے

ارے او بھولنے والے اُسے بھولا نہیں کہتے
سحر کا جانے والا گر قریبِ شام آتا ہے

پھریں وہ پتلیاں دیکھو اُڑا وہ رنگ چہرے کا
مبارک ہو شبِ غم موت کا پیغام آتا ہے

زبان و دل بہم اک دوسرے پر ناز کرتے ہیں
مرے لب پر الٰہی آج کس کا نام آتا ہے

یہ قسمت اپنی ہے کہ بزمِ یار سے بیدم
کوئی تو کامیاب آیا کوئی ناکام آتا ہے

اپنے دیدار کی حسرت میں تو مجھ کو سراپا دل کر دے
ہر قطرۂ دل کو قیس بنا ہر ذرہ کو محمل کر دے

دنیائے حسن و عشق مری کرنا ہے تو یوں کامل کر دے
اپنے جلوے میری حیرت نظارہ میں شامل کر دے

یاں طور و کلیم نہیں نہ سہی میں حاضر ہوں لے پھونک مجھے
ہر قطعے کو اٹھا دے ٹکڑے سے برباد سکونِ دل کر دے

گر قلزم عشق ہے بے ساحل اے خضر تو بے ساحل ہی سہی
جس موج میں ڈوبے کشتی دل اس موج کو تو ساحل کر دے

اے درد عطا کرنے والے تو درد مجھے اتنا دے دے
جو دونوں جہاں کی وسعت کو اک گوشۂ دامنِ دل کر دے

ہر سو سے غموں نے گھیرا ہے اب ہے تو سہارا تیرا ہے
مشکل آساں کرنے والے آسان میری مشکل کر دے

بیدمؔ اس یاد کے میں صدقے اس دردِ محبت کے قرباں
جو جینا بھی دشوار کرے اور مرنا بھی مشکل کر دے

○

کبھی یہاں لئے ہوئے کبھی وہاں لئے ہوئے
پھری ہے جستجو تری کہاں کہاں لئے ہوئے

زمینِ دل کی خاک ہے صد آسماں لئے ہوئے
تنزلاتِ عشق میں ترقیاں لئے ہوئے

دل و جگر لیے ہوئے متاعِ جاں لیے ہوئے
کسی کا ناوکِ نظر تلاشیاں لیے ہوئے

اسی گلی سے آئی ہے شمیمِ زلف لائی ہے
نسیمِ صبح آئی ہے تسلیاں لیے ہوئے

مرے غمِ نہاں میں ہے نویدِ عشرت آفریں
بہار ہی بہار ہے مری خزاں لیے ہوئے

ہماری آہ کے شرر ہمیں کو پھونکنے لگے
ہوا کے جھونکے آئے ساتھ بجلیاں لیے ہوئے

تیری گلی میں ماہ رو پڑے ہوئے ہیں چار سو
تمام ذرے خاک کے تجلیاں لیے ہوئے

نہ قربِ گل کی تاب تھی نہ ہجرِ گل میں چین تھا
چمن چمن پھرے ہم اپنا آشیاں لیے ہوئے

نگاہِ اہلِ راز میں حقیقت و مجاز میں
ہماری بے نشانیاں ترا نشاں لیے ہوئے

اٹھے ہیں حشر میں فدائے کوئے یار اس طرح
جبیں میں سجدے دل میں یادِ آستاں لیے ہوئے

نہ دل ملے گا بیدم اور نہ دل کی حسرتیں کہیں
کہ گم ہوا ہے یوسف اپنا کارواں لیے ہوئے

میں یار کا جلوہ ہوں یا دیدۂ موسےٰ ہوں
قطرہ ہوں نہ دریا ہوں بستی ہوں نہ صحرا ہوں
جینا مرا مرنا ہے مرنے کو ترستا ہوں
اپنی ہی امیدوں کا بگڑا ہوا نقشا ہوں
ارمانوں کا گہوارہ حسرت کا جنازا ہوں
اس عالم ہستی میں یوں ہوں کہ میں گویا ہوں
زندہ ہوں مگر بیدمؔ
اک طرفہ تماشا ہوں

(۲)

پیری میں ہے جذباتِ محبت کا مزا خاص
رکھتی ہے اثر وقتِ سحر جیسے دعا خاص
کرتے ہیں عبث سب اسے ممنونِ اطبا
بیمارِ محبت کی ہے دنیا میں دوا خاص
کچھ اور ہی عالم ہے تری ترچھی نظر کا
ہے ساری اداؤں میں یہ دل دوز ادا خاص
جس کا کہ زمانہ متحمل نہیں ہوتا!
تجویز وہ میرے لئے ہوتی ہے جفا خاص
بیدمؔ کی طرف کیوں تری بیداد کا رُخ ہے
کیا وہ بھی ہے منجملۂ اربابِ وفا خاص

مکینِ دل نہ سمجھے پردہ دارِ لامکاں سمجھے
کہاں تھے تم مگر ہم کم نگاہی سے کہاں سمجھے

سراپا درد ہوں میں کوئی کیا میری فغاں سمجھے
جو مجھ سا درد والا ہو وہ میری داستاں سمجھے

ہوئے خاموش جب فطرت کو اپنا ترجماں سمجھے
ہر اک غنچے کو دل، ہر خار کو اپنی زباں سمجھے

میں صدقے اس سمجھ کے، اب مآلِ عرض کیا سمجھوں
مری رودادِ غم تھی آپ جس کو داستاں سمجھے

کئے یاں راہ میں ہر ہر قدم پر سینکڑوں سجدے
ہر اک ذرّے کو ہم تیرا ہی سنگِ آستاں سمجھے

بنایا خوگرِ صبر و رضا تیرہ نصیبی نے
کہ بجلی کی چمک کو ہم چراغِ آشیاں سمجھے

مذاقِ جستجو کی اس طرح توہین ہوتی ہے
بتائیں کیا تمہیں اب تک جہاں سمجھے، وہاں سمجھے

حدودِ فہم سے راز و نیازِ عشق بڑھ جائیں
نہ سمجھوں رازداں کی میں، نہ میری رازداں سمجھے

فقط تھا امتحاں منظور جذبِ شوقِ کامل کا
اٹھے پردے تو رازِ خندہ ہائے پاسباں سمجھے

چمن کے ساتھ چھوٹی وضع بھی راحت بھی زینت بھی
جہاں اب چار تنکے جمع دیکھے آشیاں سمجھے

فلک پر تھا دماغ اپنا جو سر تھا پائے ساقی پر
دلیل تازہ ہاتھ آئی زمیں کو آسماں سمجھے

وضو ہو خونِ دل سے موت سجدے پر کرے سبقت
جنابِ شیخ ارکانِ نماز عاشقاں سمجھے

بھلا دیر و حرم کی قید کیا الفت کے بندوں کو
جہاں بھی رکھ دیا سر یار ہی کا آستاں سمجھے

نہ جس نے درس گاہ عشق میں تعلیم پائی ہو
مری باتیں وہ کیا سمجھے وہ کیا میری زباں سمجھے

میں کہنے کو تو اس سے سرگذشت اپنی کہوں بیدمؔ
مگر سن کر خدا ہی جانے کیا وہ بدگماں سمجھے

○

نہ گل کا راز جانے تو نہ بلبل کی زباں سمجھے
تو پھر تیری سمجھ کو بس خدا ہی باغباں سمجھے

ورائے عقل اگر ہم سرحدِ وہم و گماں سمجھے
تو قولِ ظن عبدی بی کے رازوں کو کہاں سمجھے

جو بیکس رہ چکا ہو وہ سکونِ آشیاں سمجھے
ہم اپنے چار تنکوں کو متاعِ دو جہاں سمجھے

نرالی ہے چمن والوں سے میری زمزمہ سنجی
مرے نغموں کو روحِ طوطیٔ ہندوستاں سمجھے

سرِ جادہ کسے تکلیف دیتے غم گساری کی
ہم اپنی ہی سی حالت کارواں در کارواں سمجھے

تمھارے نام کو ہم نے دوائے دردِ دل جانا
تمھارے ذکر کو ہم باعثِ تسکینِ جاں سمجھے

سنی ہے داستانِ سرمد و منصور بھی تم نے
مگر اب تک نہ الفت کی حدیثِ خوں چکاں سمجھے

رگِ جاں سے صدا دی گوشۂ دل میں نظر آئے
کہاں وہ جلوہ گر تھے اور ان کو ہم کہاں سمجھے

خدا حافظ ہے بس ایسے مریضانِ محبت کا
جو تجھ کو دشمنِ جاں دارُوئے دردِ نہاں سمجھے

کھلائے کیا نئے گل ذوقِ یک رنگی کے غلبہ نے
کسی کا آشیاں دیکھا ہم اپنا آشیاں سمجھے

بھلا بیدمؔ سمجھ کو ایسے دیوانے کی کیا کہئے
جو اپنی بے نشانی بھی اسی بت کا نشاں سمجھے

○

مر کے بھی دل نے اک قیامت کی ــ زلزلے میں زمیں ہے تربت کی
سادگی دیکھیو اس کی صورت کی ــ جوش پر ہے بہار فطرت کی
دامنِ تیغِ یار کیا کہنا ــ آ رہی ہیں ہوائیں جنت کی
نہ سہی آج حشر میں ملنا ــ بات ہی کیا ہے اتنی مدت کی

اک ترے دم سے لے شہید وفا — آبرو بڑھ گئی شہادت کی
آج کا ہوش ہے نہ کل کی خبر — دست ساقی پہ جیب سے بیعت کی
درِ جاناں پہ میرا بستر ہے — مجھ کو حاجت نہیں ہے جنت کی
میرے عرض سوال پر بولے — گفتگو ہے یہ وقتِ فرصت کی

حال بیدم پہ اے خدائے کریم
حد نہیں کچھ تری عنایت کی

○

جہاں پر ختم ہوتی ہیں حدیں دنیائے امکاں کی
بہت آگے ہیں اس سے جلوہ گاہیں حسنِ جاناں کی

بتائے کیا کوئی تعبیر اس خواب پریشاں کی
ابھی زندہ ابھی مردہ عجب ہستی ہے انساں کی

سحر ہوتے ہوا آزاد اسیر شام تنہائی
صدا تھی آخری ہچکی شکستِ قفل زنداں کی

سنبھلنا ہاں سنبھلنا اے مٹانے والے تربت کے
زمیں کروٹ بدلنے ہی کو ہے گور غریباں کی

ملا دے چاکِ دامن کی حدوں سے پنجۂ وحشت
بڑھا دے اور تھوڑی حد مری چاکِ گریباں کی

یہ بدلی کس مریضِ شامِ غم نے آخری کروٹ
زمیں ہے زلزلے میں جلوہ گاہِ نازِ جاناں کی

جہاں کل غنچہ و گل تھے وہاں اب خاک اڑتی ہے
حقیقت ہیں نگاہوں میں یہ ہستی ہے بیاباں کی

یہ اقلیمِ محبت ہے یہاں کے مرنے والوں کو
کفن کیسا زمیں ملتی نہیں گورِ غریباں کی

اسے رہنے دے اپنے حال پر اللہ حافظ ہے
نہ کر تدبیرِ درماں چارہ گر بیمارِ ہجراں کی

اٹھا دے جلوہ گاہِ معرفت کا آخری پردہ
کہ نادیدہ تجلّی ہے ابھی اک شمعِ عرفاں کی

تصدق ساقیِ کوثر کا بیدمؔ کو پلا ساقی
مدینہ کی نجف کی کربلا کی اور خراساں کی

○

رہیں گی بعد میرے بھی یونہی رسوائیاں میری
میں چپ ہوں گا تو پھر دنیا کہے گی داستاں میری

نہ کچھ قصّہ ہے میرا اور نہ کوئی داستاں میری
کہوں کیا سامنے آنکھوں کے ہیں بربادیاں میری

جو سُننا ہے تو سُن لو آکے مجھ سے مہرباں میری
کہے گا بعد میرے کون تم سے داستاں میری

وہ ہچکی جو بنی تھی آکے مرگِ ناگہاں میری
اسی ہچکی میں ساری عمر کی تھی داستاں میری

وہ بربادِ تمنا ہوں وہ ناکامِ محبت ہوں
اجل کو ڈھونڈھتی ہے تھک کے سعیِ رائگاں میری

سنا جس جس نے وہ اپنی ہی رو دادِ الم سمجھا
زمانہ بھر کا افسانہ تھا گویا داستاں میری

مرا دل یوسفِ گم گشتہ کی صورت نہیں ملتا
نگاہیں ڈھونڈھتی ہیں کارواں در کارواں میری

وہی میرے لئے ساحل ہے دریائے محبت کا
جہاں پر ڈوب جائے کشتیِ عمرِ رواں میری

مدد کر اب مدد کا وقت ہے لے پاسِ رسوائی
کہ دل سے گھٹ کے لب تک آئی جاتی ہے فغاں میری

ہوتے جاتے ہیں پنہاں قافلے والے نگاہوں سے
وہ ہاتی ہے دوہائی اے غبارِ کارواں میری

بوقتِ نزع جب زنداں میں آئیں ہچکیاں مجھ کو
تو میں سمجھا کہ کاٹی جا رہی ہیں بیڑیاں میری

دمِ آخر بھی اس درجہ مجھے پاسِ نشیمن ہے
کہ گردن پر چھری ہے آنکھ سوئے آشیاں میری

درِ وارث ترے بیدم سر کا اٹھنا غیر ممکن ہے
ازل سے ہے جبینِ شوق وقفِ آستاں میری

میں کہہ بھی دوں تو بیدم کیا نتیجہ میرے کہنے سے
وہ سن بھی لیں تو کیا سمجھیں گے سن کر داستاں میری

منکشف تجھ پہ اگر اپنی حقیقت ہو جائے
خود پرستی ترے مذہب میں عبادت ہو جائے

بے خودیٔ عشق میں گر خضر طریقت ہو جائے
حق تو یہ ہے غم کونین سے فرصت ہو جائے

یوں نہ چلئے کہ ہو پامال دلوں کی دنیا
کہیں برپا نہ زمانے میں قیامت ہو جائے

عوضِ گل اگر اس کوچہ کی ہو خاک نصیب
حاصلِ گورِ غریباں مری تربت ہو جائے

میرے دم تک ہی یہ اسبابِ پریشانی ہیں
موت آئے تو غمِ زیست سے فرصت ہو جائے

کیسا بربادی کا خوف اور غمِ رسوائی کیا
سب سر آنکھوں پہ اگر تیری بدولت ہو جائے

آپ جب چاہیں اٹھا دیں رخِ روشن سے نقاب
آپ جب چاہیں قیامت ہو قیامت ہو جائے

اس کو عشرت کی تمنا ہے نہ عسرت کا ملال
خوگرِ رنج و الم جس کی طبیعت ہو جائے

جان دے کر بھی رہائی نہیں ممکن اس کی
دل کے ہاتھوں جو گرفتارِ محبت ہو جائے

کھل کے یوں گریہ نہ کر دیدۂ دیدار طلب
دیکھ افشا نہ کہیں رازِ محبت ہو جائے

وہ جھٹکتے ہیں تو جھٹکیں مگر اے دستِ طلب
ان کا دامن نہ چھٹے چاہے قیامت ہو جائے

گر رُخِ شاہدِ معنی سے نقاب اٹھ جائے
سارا عالم ابھی آئینہ حیرت ہو جائے

ذرہ خورشید ہو قطرہ بنے دریا بیدمؔ
جس پہ سرکارِ مدینہ کی عنایت ہو جائے

○

زہے نصیب تری خاکِ آستاں ہوں میں
خدا کا شکر کہ کیا چیز ہوں کہاں ہوں میں

سنے گا کون زمانے میں داستاں میری
زمانہ مجھ سے زمانے سے سرگراں ہوں میں

کمالِ ضبط یہی ہے مآلِ عشق یہی !
کہ ہے دہن میں زباں پھر بھی بے زباں ہوں میں

صدا یہ خاکِ نشیمن سے میرے آتی ہے
جو فصلِ گل میں جلا ہے وہ آشیاں ہوں میں

مدام پردۂ شعر و سخن میں اے بیدمؔ
حدیثِ عشق و محبت کا ترجماں ہوں میں

○

سجدہ اسی کا سجدہ ہو سر وہی سرفراز ہو
یار کے پائے ناز پر جس کی ادا نماز ہو

چشمِ ادا شناس اگر پردہ کشائے راز ہو
آئینہ خدا نما رنگِ رُخ مجاز ہو

کیسا حجاب ماؤ من آرزوئے لقا سنبھل
حسن نظر نواز ہے چشم نظارہ ساز ہو

روئے حقیقتِ جمال نورِ نظر نہ بن سکے
حسنِ مجاز اگر نہ تو غازۂ امتیاز ہو

مرنا ہے مقصد و مراد جینا وبالِ جان ہے
تیغ ادا و نازِ یار تو ہی گلو نواز ہو

نبضیں جواب دے گئیں ٹوٹ رہا ہے دم کوئی
اپنے مریضِ ہجر سے تُو تو نہ بے نیاز ہو

در سے ترے کوئی گدا خالی کبھی نہیں پھرا
میری طرف بھی اے کریم دستِ کرم دراز ہو

بیدم خستہ چھوڑ بھی فکرِ مآلِ کارِ عشق
یار کا ہو چکا تو پھر آپ سے بے نیاز ہو

قفس کی تیلیوں سے لے کے شاخِ آشیاں تک ہے
مری دنیا یہاں سے ہے مری دنیا وہاں تک ہے

زمیں سے آسماں تک آسماں سے لامکاں تک ہے
خدا جانے ہمارے عشق کی دنیا کہاں تک ہے

خدا جانے کہاں سے جلوۂ جاناں کہاں تک ہے
وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

کوئی مر کر تو دیکھے امتحاں گاہِ محبت میں
کہ زیرِ خنجرِ قاتل حیاتِ جاوداں تک ہے

نیاز و ناز کی روداد، حسن و عشق کا قصہ
یہ جو کچھ بھی ہے سب ان کی ہماری داستاں تک ہے

قفس میں بھی وہی خوابِ پریشاں دیکھتا ہوں میں
کہ جیسے بجلیوں کی رَو فلک سے آشیاں تک ہے

خیالِ یار نے تو آتے ہی گم کر دیا مجھ کو!
یہی ہے ابتدا تو انتہا اس کی کہاں تک ہے

جوانی اور پھر ان کی جوانی اے معاذاللہ
مرا دل کیا تہ و بالا نظامِ دو جہاں تک ہے

تم اتنا بھی نہ سمجھے عقل کھوئی دل گنوا بیٹھے
کہ حسن و عشق کی دنیا کہاں سے ہے کہاں تک ہے

وہ سر اور غیر کے در پر جھکے توبہ معاذاللہ
کہ جس سر کی رسائی تیرے سنگِ آستاں تک ہے

یہ کس کی لاش بے گور و کفن پامال ہوتی ہے
زمیں جنبش میں ہے برہم نظام آسماں تک ہے

جدھر دیکھو ادھر بکھرے ہیں تنکے آشیانے کے
مری بربادیوں کا سلسلہ یارب کہاں تک ہے

نہ میری سخت جانی پھیر نہ ان کی تیغ کا دم خم
میں اس کے امتحاں تک ہوں وہ میرے امتحاں تک ہے

زمیں سے آسماں تک ایک سناٹے کا عالم ہے
نہیں معلوم میرے دل کی ویرانی کہاں تک ہے

ستم گر تجھ سے امید کرم ہوگی جنھیں ہوگی
ہمیں تو دیکھنا یہ تھا کہ تو ظالم کہاں تک ہے

نہیں اہلِ زمیں پر منحصر ماتم شہیدوں کا
قبائے نیلگوں پہنے فضائے آسماں تک ہے

سنا ہے صوفیوں سے ہم نے اکثر خانقاہوں میں
کہ یہ رنگیں بیانی بیدمِ رنگیں بیاں تک ہے

بے پردہ زلف بدوش کوئی جب عرصۂ حشر میں آئے گا
ہم کیا خورشید قیامت بھی منہ تکتا ہوا رہ جائے گا

تو بھولا بھالا ہے اے دل بے طرح ستایا جائے گا
ان شوخ حسینوں سے مل کر واللہ بہت پچھتائے گا

اک عمر کا ساتھی چھوٹا ہے مدت کا سہارا ٹوٹا ہے
دل ٹھہرتے ٹھہرتے ٹھہرے گا صبر آتے آتے آئے گا

لو دیکھ چکے بس جاؤ تم بیمار کی نبضیں چھوٹ گئیں
اب حال جو ہونے والا ہے وہ تم سے نہ دیکھا جائے گا

بے کار یہ رونا دھونا ہے اب رونے سے کیا ہونا ہے
جو ہونے کو تھا ہو ہی چکا جو ہونا ہے ہو جائے گا

سن کر شب غم کا افسانہ وہ چاہتے ہیں کچھ فرمانا
ان کی بھی سنے گا دیوانہ یا اپنی ہی کہتا جائے گا

بیدم نہ یہ راز حقیقت ہے بیدم نہ وہ اصل حقیقت ہے
جو تیری سمجھ میں آیا ہے جو تیری سمجھ میں آئے گا

کلامِ پوربی بھاشا

برہا روگ

سنیو کیہو موری بپت کہانی　　پیو کے کھوج میں آپ ہرانی
پیو کارن ہم یہ گت کینی　　لوک لاج ساری تج دینی
سب جگ چھاند پیا کا دھیاوں　　کرم ہیں اس تہنوں نہ پاوں
دو بھر کٹے مونہہ سانجھ سویرا　　اک پیتم بن دکھ ہے گھنیرا
سکھ کی نیند سوئے سنسارا　　وارث بن میں گنت ہوں تارا
بَن بَن پھیروں پیا کے کارن　　کہاں آس بھاگ جو پاؤں ساجن
جو سُن پاؤں اکاس میں چھپا ہے　　اڑ ہیروں میں پنکھ لگائے
بنوں میں پاتال میں ہیروں　　مرگ بنوں اور بَن بَن ٹبروں
تینوں کھوں ان کا سُن پاؤں　　کعبہ کاشی پر اگ منجھاؤں
جب لگ تن میں جلت ہے سانسا　　تب لگ ملن کی لگی ہے آسا
مو برہن کے رکت کہاں رہیو　　روم روم انسو ابن بھیو!
بارے جوبن بھئے مورے مائی　　گیو سنگھار پیا کے ساتھی
نا کجرا نا سیس بندولیا　　مانگ سیندور نا گلے میں ہملیا
بن پیا دھند لگے دن راتی　　تس کر گھر لاگے بن باقی

بچھری کس تلپھوں بن پیو — نکست ناہیں نلج بھیو جیو!
کہہ سے کہوں کر چھتیاں پھاٹیں — کہہ سے کہوں کٹیں نا رتیاں
ایسی بدھک گھڑی بھیو چالا — ہم کا کر گئے دیس نکالا
برسے میگھ برکھا کو سماں ہے — پر ان بوندن بھینٹ کہاں ہے
دھرتی پھٹے میں تہ ماں سماؤں — گرے اکاس کہ میں دب جاؤں
بکھ بھرپور کھاتے جیو کھوئی — ڈوب مروں کبھوں اس من ہوئی
اب جیون موہنہ مرن دکھاوے — جیو بن پیو کس دھیرج لاوے
جگ بیتے سوامی نہیں آئے — کب لوں کو جیو کا سمجھائے
کب لو بہور بہو بدلیسی پیارے — باٹ تکوں میں سانجھ سکارے
جیونکے جب پپیہا بولے — سن سن نام جیا مورا ہولے
کت ہیروں تونہہ مرلی والے — کت ہیروں مورے ہریالے
کت ہیروں تونہہ علی کے پیارے — فاطمہؓ بی بی کے راج دلارے
کت ہیروں کہہ کی بتیاں لاگوں — آمل موہنہ میں جگ کا تیاگوں
آمل مورے جگ کے گوسیاں — منتی کروں توری لیئوں بلیاں
آمل کاری کامر والے — سیس اوگھر لٹ کھونگریالے
آمل اے دیوہ کے بستیا — آمل لے مورے کرشن کنھیا
آمل اے جگ کے سرتاجا — آمل اے مورے گریب نواجا
تم بچھرن کو کلیس ہے بھاری — یہی کارن بھئی سب سے نیاری
آپیارے تورے بل بل جاؤں — آ تورے چرنن سیس نواؤں
پلکن سے توری راہ بہاروں — دھر کے نین کا روپ نہاروں

چال کو چال نہ موہ پرکھیو — آپن جان موہنھ دِس دیکھو
کرپا سے موری اور نہارو — دینا ناتھ پربھو تم نہ بسارو
منتی کروں توری دیوں دوہیا — سن لے موری مورے لاج رکھیا
بیچ منجدھار چلے پور دیّا — تمھرے بناں موری ڈوبت نیّا
بوڑت ہوں میں بیگ ہی آؤ — ہمری بیر جن بیر لگاؤ
لیو پوری بھئی بات تمھاری — کہت ہوں تم جیتے میں ہاری
دین دیال دیا اب کیجے — سگری بتھا موری ہر لیجے
رکھ لیو اپنے بکھار کی باتا — ہے سوامی وارث جگ داتا
کہوں بیٹھن کو ٹھور نہ پاؤں — تمھرو دوار چھوڑ کت جاؤں
کوگر جان کے موہنھ نبھاؤ — دوار سے اپنے جن دھرکاؤ
بیدم تمھرے بل بل جائے — جو لوں جئے تمھرے گن گائے
تم سدھ لیو تو ہے نستارا — پھر کہاں ٹھور جو تم ہی بسارا

کرپاندھان گریب نواجایت کے راکھن ہار
وارث پیو جگ تارن ہارے موری اور نہار

اب آن پڑی ہے موری منجھدار میں نیّا — دیوے کے بیتیا
جیسی ہوں تمھاری ہوں بُری ہوں کہ بھلی ہوں — ٹکڑوں کی پلی ہوں
بپتا میں پھنسی ہوں توری دیتی ہوں دوہیا — دیوے کے بیتیا
کوکر ہوں توری لوری دہریا پہ پڑی ہوں — بپتا میں گھری ہوں
ہاہا موری سدھ لیو موری بانھ گہیت — دیوے کے بیتیا
سپنے ہی میں آجاؤ کبھو مورے گسیّاں — لاگوں تورے پیّاں
ہر لیو موری پیر مورے پیر ھڈیا — دیوے کے بیتیا
بیدم ہوں کے انگنا کبھو آجاؤ مُراری — جاؤں تورے واری
اے کرشن کنھیّا مورے مُرلی کے بجیّا — دیوے کے بیتیا

میرے وارث جگ اوجیالے تم پہ لاکھوں سلام

دیوہ نگر استھان بنایو — سارے ہند کو بھاگ جگایو
برم روپ سُنکھ دکھلایو — تم ہو جینے والے تم پہ لاکھوں سلام
میرے وارث جگ اوجیالے تم پہ لاکھوں سلام

نیّا بھنور میں آن پھنسی ہے — جھک جھوَرن سے بوڑ چلی ہے
تم سے گوسیّاں آس لگی ہے — تم بن کون سنبھالے تم پہ لاکھوں سلام
میرے وارث جگ اوجیالے تم پہ لاکھوں سلام

تم اللہ نبیؐ کے پیارے — مولا علیؓ کے راج دلارے
فاطمہ بی بی کی آنکھ کے تارے — سب کے ناؤ اوجیالے تم پہ لاکھوں سلام
میرے وارث جگ اوجیالے تم پہ لاکھوں سلام

تمہرے دوار نوبت نت باجے — تمہرے داس راج مہاراجے
ملک موتین کو سہرا ساجے — دولہا ہو سہریالے تم پہ لاکھوں سلام
میرے وارث جگ اوجیالے تم پہ لاکھوں سلام

بیدم تج کے اپنی نگریا — آن پڑو ہے تمری ڈگریا
تمہرے ہاتھ ہے لاج سنوریا — وارث دیوے والے تم پہ لاکھوں سلام
میرے وارث جگ اوجیالے تم پہ لاکھوں سلام

آج موتین سہرا گوندھاؤں گی ہریالے بنے ، لاڈلے بنے
نگر کی سات سہاگن ملکے گھر گھر الکھ جگاؤں گی

آج موتین سہرا ——

بہنا بلاتے انگنواں بیٹھیوں شبھ گھڑی لگن دھراؤں گی

آج موتین سہرا ——

گیسو چندن توری پوچھیوں دھریا پانچوں پیر مناؤں گی

آج موتین سہرا ——

سر سہرا الکھ لکھنا بیٹھیوں پانن منڈھا چھواؤں گی

آج موتین سہرا ——

بغدادی موتیا چمکیلے شاہ رزاق سے لاؤں گی

آج موتین سہرا ——

خواجگان کی بگیا کے پھلوا خواجہ قطب سے منگاؤں گی

آج موتین سہرا ——

پنجتن پاک کے راج دلارے اپنے وارث کو دولہا بناؤں گی

آج موتین سہرا ——

قربان علی کو شہ ہوں مبارک جو مانگوں سوہی پاؤں گی

آج موتین سہرا ——

سولہو سنگھار میں کرکے بیدم اپنے بنے کو رجھاؤں گی

خواجگاں کے جھرمٹ میں اک وارث چھیل چھبیلا ہو
دھن دھن بھاگ ہیں ان کے سکھی ری جن کے آس سا جنوا ہو

وارث ورش کو انکھیاں ترسیں نین سے رکت کے میہا برسیں
ہولس ہولس موری رتیاں بتییں روئے روئے کاٹوں دنوا ہو

بیپھر ہیتا مبر برن پہ سو ہے دیکھ دیکھ جا کو جگ ہوتے
سیس اوگھر لٹ گونگھریالے وہی وہی سجنا ہمرا ہو

پنجتن پاک کے راج دولارے، قربان علی کے پوت پیارے
اپنے داس بیدم کے سہارے دوؤ جگ کے پالنوا ہو

ہولی

گنج شکر کے لال نظام الدین چشت نگر میں پھاگ رچایو

خواجہ معین الدینؒ اور قطب الدینؒ پریم کے رنگ کی رینی چڑھایو

سیس مکٹ ہاتھن پچکاری موری آنگن ہولی کھیلن آیو

پیر نظام الدینؒ چتر کھلاڑی بھیاں پکڑ میرو گھونگھٹا اٹھایو

دھن دھن بھاگ ان کے موری سجنی جن ایسو سندر پریتم پایو

کھیلو رے چشتیو! ہولی کھیلو خواجہ نظام کے بھیس میں آیو

لپک جھپک اور آن اچانک رنگ ڈارو اور مدھوا پلایو

اپنے رنگیلے کے بیدمؔ واری جن موہے لال گلال بنایو

دادرہ

لاگی نجر بھرپور نظام الدینؒ کرگئی چلکن چور نظام الدینؒ

لاگی نجر ———

تاج ولایت سرپہ سوہے مکھڑے پہ نور جھور نظام الدینؒ

لاگی نجر ———

اندھری اپاہج کس کر پہنچے تمھری اٹریا ہے دور نظام الدینؒ

لاگی نجر ———

بانھ گہے کی لاج تمھیں کو ہے سرکار ہجور نظام الدینؒ

لاگی نجر ———

تمھری دوہریا آن پری ہے بیدم نرگن کور نظام الدینؒ

لاگی نجر ———

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ بِعَدَدِ حُسْنِہٖ وَجَمَالِہٖ

شجرۂ وارثیہ نسب نامہ عالیہ

سلام سرورِ دیں ہاشمی و مطلبی
حضور سیّد عالم محمد صلے عربی

سلام حضرت مولا علیؓ و شیر خدا
سلام مادر حسنینؓ فاطمہ زہرا

سلام بیکس و مظلوم سیّد الشہدا
حسین صابر و شاکر شہید کرب و بلا

سلام سیّد سجاد و عابدؓ بیمار
فروغ ملت بیضا و مطلع انوار

سلام دفترِ دینِ رسول کے ناظم
امام باقرؓ و جعفرؓ و موسےٰ ابن کاظمؓ

سلام عترت زہراؓ و سیّد سندی
امام قاسم حمزہؓ، علی رضاؓ، مہدیؓ

سلام سیّد جعفرؓ و بو محمدؒ پاک
علی عسکریؒ بوالقاسم مہِ افلاک

سلام سیّد محروقؒ و سیّد اشرفؒ
امیرِ کشورِ دیں یادگارِ شاہِ نجفؒ

سلام سید سادات شاہ عزّ الدینؒ
جناب حضرت مخدومِ دین اعلی الدینؒ

سلام حضرت مخدوم سید عبد اللہؒ
حضور سیّد واحدؒ عمر جناں آباد

سلام سید زینؒ العباد و قطبِ زماں
فروغِ بزمِ سیادت امام اہلِ زماں

سلام شاہ عمر نورؒ ہادی و رہبر
جناب سیّد عبد الاحدؒ گدا پرور

سلام سید احمدؒ و شاہ کرم اللہؒ
جناب میر سلامت علیؒ شہِ ذی جاہ

سلام سید قربان علیؒ شہِ ذیشاں
بہارِ گلشنِ کونین و فخرِ کون و مکاں

سلام مرشدِ کونین و ہادیِ دوراں
حضور حاجی وارث علیؒ امام زماں

سلام بیدمؔ خستہ قبول ہو جائے　　اثر بیاں میں طفیل رسولؐ ہو جائے

شجرہ عالیہ قادریہ رازقیہ وارثیہ

الٰہی سرورِ عالم شہِ ابرار کا صدقہ
شہنشاہِ مدینہ احمد مختار کا صدقہ

الٰہی میری ہر مشکل کو آسانی عطا فرما
علی مشکل کشا و حیدرِ کرار کا صدقہ

الٰہی راہِ تسلیم و رضا کی خاک کر مجھ کو
حسینؓ ابن علیؓ سرچشمہ اسرار کا صدقہ

دوائے درد فرقت مانگتا ہوں ہاتھ پھیلائے
عطا فرما الٰہی عابدؓ بیمار کا صدقہ

الٰہی باقرؓ و جعفرؓ کی دے خیرات تو مجھ کو
امام کاظمؓ و موسےٰ رضاؓ کا صدقہ

تصدق خواجہ معروفؒ کرخی، سری سقطیؒ کا
جنیدؒ و شبلیؒ عبدالواحدؒ ابرار کا صدقہ

طفیل حضرتِ بوالفرح طرطوسیؒ مجھے دینا
علیؒ و بوالحسنؒ مستِ مئے اسرار کا صدقہ

الٰہی بوسعیدؒ پیر پیراں شیخ لاثانی
مہ برج طریقت مطلع انوار کا صدقہ

محی الدین شیخ عبدالقادر شاہ جیلانیؒ
جنابِ غوث کے گلگونہ رخسار کا صدقہ

شہنشاہِ طریقت عبدالرزاق گدا پرور
شہِ سید محمد سرورِ و سردار کا صدقہ

الٰہی سید احمدؒ اور شہ سید علی عارفؒ
جناب شاہ موسیٰ قادریؒ سرکار کا صدقہ

شہ سید حسنؒ اور شیخ ابوالعباسؒ کی خاطر
بہاؤ الدینؒ قسیم بادۂ اسرار کا صدقہ

برائے خواجہ سید محمد قادریؒ یا رب!
مجھے دینا جلال قادریؒ سردار کا صدقہ

شہ میراں فرید بھکرؒ ابراہیمؒ ملتانی
اور ابراہیمؒ بھکر مخزنِ انوار کا صدقہ

سراپا رحمتِ حق حضرتِ شاہ امان اللہؒ
حسینِ حق نما محوِ جمالِ یار کا صدقہ

شہ عرش آشیاں شاہ ہدایتؒ منبعِ عرفاں
محبِ حق حبیبِ احمدِ مختار کا صدقہ

جو آنکھیں دیں تو آنکھوں کو عطا کر لطفِ نظارہ
شہِ عبدالصمدؒ کے دیدۂ بیدار کا صدقہ

دیا ہے دل تو دل میں درد اور درد میں لذت
شہ رزاق کی شیرینیِ گفتار کا صدقہ

گلِ بستانِ زہرا سیّد اسمٰعیل رزاقی
جنابِ شاکر اللہ گوہرِ شہوار کا صدقہ

نجات اللہ و حضرت حاجی خادم علی کامل
امیرِ لشکرِ دیں قافلہ سالار کا صدقہ

امام الاولیاء ابنِ علی لختِ دلِ زہرا
مرے والی مرے وارث مرے سرکار کا صدقہ

گدائے عشق ہوں بھر دے مرا دامن مرادوں سے
انھیں کی چشمِ مست و گیسوئے خم دار کا صدقہ

زکوٰۃِ خوبیِ نقش و نگارِ روضۂ انور
ملے ایوانِ وارث کے در و دیوار کا صدقہ

جہاں سے مانگنے والا کبھی خالی نہیں پھرتا
اسی روضے کے ہر زائر کا ہر زوار کا صدقہ

عطا کر اپنے بیدم کو شرابِ معرفت ساقی
تصدق مے کدے کا اپنے ہر مے خوار کا صدقہ

شجرۂ طیبہ چشتیہ نظامیہ وارثیہ

الٰہی مجھ کو سرکارِ رسالت کی محبت دے
علی مشکل کُشا شاہِ ولایت کی محبت دے

الٰہی اہلِ بیت مصطفےٰ کا عشق دے مجھ کو
حسن بصریؒ و واحد کنزِ وحدت کی محبت دے

فضیلؒ اور خواجہ ابراہیم ادہمؒ کا فدائی کر
سدید الدین حذیفہ غوثِ ملت کی محبت دے

امین الدین ہبیرہ شیخ بصری عارف کامل
جنابِ فیض بخش و کانِ شفقت کی محبت دے

خدیو چشتیاں خواجہ ابو اسحاق کا صدقہ
ابی احمدؒ ولی خضر ہدایت کی محبت دے

طفیل خواجہ ناصر محمدؒ صاحب نصرت
ابو یوسفؒ نسیم باغ وحدت کی محبت دے

الٰہی قطبؒ دیں مودودؒ یوسف کے تصدق میں
مجھے تو میرے پیرانِ طریقت کی محبت دے

شریف زندنی و خواجہ عثمان ہارونی
امام و رہبر شرع و طریقت کی محبت دے

امام چشتیاں خواجہ معین الدینؒ اجمیری
ولئ ہند سلطان طریقت کی محبت دے

بنا دیوانہ مجھ کو قطبؒ دین بختیار کاکی کا
حواس و ہوش سے لے لو حضرت کی محبت دے

فریدالدینؒ گنج شکری کا ذوق دے مجھ کو
نظام الحق نظام الدینؒ و ملت کی محبت دے

نصیرالدین چراغ دہلویؒ سے لو لگا میری
کمال الدینؒ سراج الدینؒ کی محبت کی محبت دے

علیم الدینؒ اور محمودؒ راجن کا تعلق دے
جمال اللہؒ کے نور بصیرت کی محبت دے

شہ محمودؒ اور خواجہ محمد خواجہ یحییٰؒ
کلیم اللہؒ خورشید حقیقت کی محبت دے

نظام الدینؒ فخر الدینؒ قطب الدینؒ جمال الدینؒ
عباد اللہؒ کے انداز طاعت کی محبت دے

مجھے شیدا بنا شاہ بلندؒ رامپوری کا
شہ خادمؒ علی مہر سیادت کی محبت دے

نبی کے لال اور مولا علیؓ کے لاڈلے وارثؒ
بہار گلشن خاتون جنت کی محبت دے

دوائے درد دل دے دردمندان محبت کو
دل بیدمؒ کو یارب اور درد الفت کی محبت دے

قطعاتِ تاریخ

قطعۂ تاریخ جلیل القدر نواب فصاحت جنگ بہادر حضرت جلیل جانشین امیر مینائی

دیوان پُر بہار کے ہر تازہ شعر میں
معنی آب دار کی اک کائنات ہے
اس جانفزا کلام کی تاریخ لکھ جلیلؔ
بیدم کا یہ سخن نہیں آب حیات ہے

۱۳ ھ ۵۴

قطعۂ تاریخ ترتیب از خدائے سخن نوح ناروی جانشین حضرت داغ

نوحؔ دیوان شاہ بیدم کا
آنے والا ہے جلد پیش نگاہ
سال ترتیب عیسوی میں لکھو
شاہ کار دماغ بیدم شاہ

۱۹ ء ۴۴

ذخیرۂ محمد ولی [illegible] لاہور

قطعۂ تاریخ از سرآمد شعرائے پنجاب پیرزادہ حکیم غلام قادر شاہ قادری اثرؔ جالندھر

بیدم تجلّی لسان طریقت بعالم است
صوفی صافی است و سخن سنج حق پرست
شستہ بآب زمزم و کوثر زبان اوست
زاں دل پذیر اہل حقیقت بیان اوست
دیوان خویش را چو بفرمود مشتہر
منت نہاد بر ہمہ شعرائے نکتہ در

مخمور ذوق از کلماتش جہاں شدہ   ہر اہلِ شوق مشتری او بجاں شدہ

تاریخِ طبع عیسوی او چو خواستم

زد، ساغرِ حقیقتِ بیدم، اثر رقم

۱۹ ۳۵

دیگر

بیدم وارثی کہ کلماتش   ذوق انگیز اہلِ معنی ہست

چوں مرتب نمود نور العین   جمع اربابِ شوق شد سرمست

جملہ اشعار روح پرور او   یاد بدہد ز زمزماتِ الست

عیسوی سالِ طبع او جستم

گفت ہاتف غذائے روحی ہست

۱۹ ۳۵

عندلیبِ گلستانِ فصاحت جناب مولوی سید محمد علی صاحب آذر

بستی غداں جالندھر شہر تلمیذ حضرت نوح ناروی

چھپا جب نسخۂ عرفانِ بیدم   ہوئے عارف بجاں قربان بیدم

لکھی آذر نے تاریخ طباعت   چراغِ عرشِ دل دیوانِ بیدم

۱۹ ۳۵

قطعہ تاریخ از شاعرِ نغز گفتار جناب مولوی احمد حسن صاحب زآر لودھیانوی

واللہ کلام بیدم بھی ہے آنکھ کی ٹھنڈک دل کا چین
کرلیں جو حمائل وہابی تا حشر نہ ہو پھر رفع یدین
تھا سال طباعت ہجری میں درکار مجھے ہاتف نے کہا
اے زآر یہ مصحف بیدم ہے ارباب سخن کا نور العین

کتبہ:-

ابن الصادق عبید اللہ تلمیذ جناب محمد شریف گل